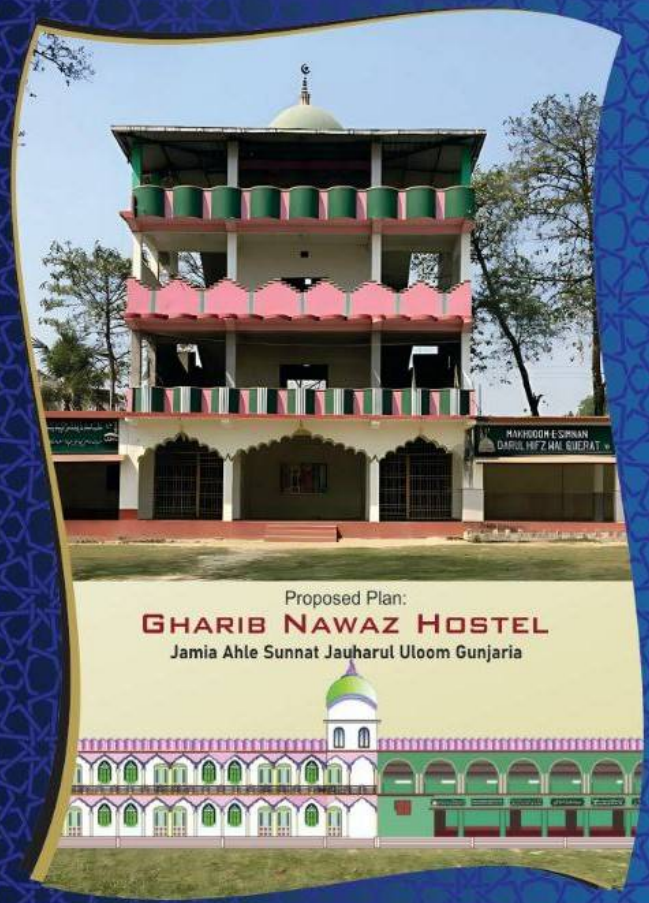

Proposed Plan:

GHARIB NAWAZ HOSTEL

Jamia Ahle Sunnat Jauharul Uloom Gunjaria

Published By:

Shoba-e-Nashr-o-Ishaat

JAMIA AHLE SUNNAT JAUHARUL ULOOM GUNJARIA

Islampur, Uttar Dinajpur (w.b)

قبرستان کے احکام پر مشتمل ایک حسین گلدستہ بنام

قبرستان کے مسائل

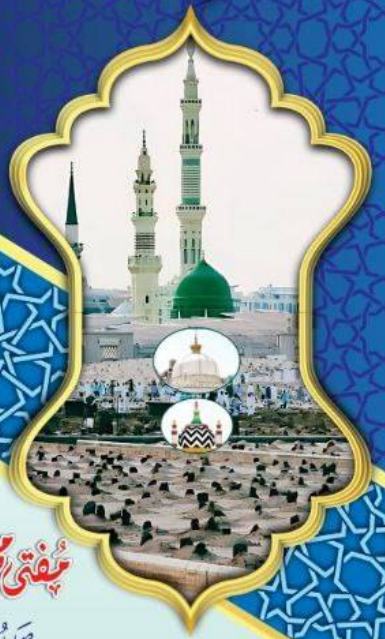

مصنف

مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی

صدر المدرسین جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا

ناشر

شعبہ نشر واشاعت

جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا

تھانہ اسلام پور، ضلع اتر دیناجپور، مغربی بنگال

باسمہ تعالیٰ

قبر اور قبرستان کے متعلق چند ضروری مسائل کا مجموعہ بنام

ھدایۃ الاکابر الیٰ احکام المقابر

المعروف بہ

قبرستان کے مسائل

مصنف

مولانا مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفی دیناجپوری

صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتاء جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا،

تھانہ اسلامپور ضلع اتر دیناجپور بنگال

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا تھانہ اسلامپور ضلع اتر دیناجپور بنگال

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	قبرستان کے مسائل
نام مصنف	مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی دیناجپوری
نظر ثانی	مفتی محمد عثمان غنی مرکزی دیناجپوری
پروف ریڈنگ	مولانا منصور عالم رضوی/کونین صدیقی کٹیہاری
سن اشاعت	ربیع الاول ۱۴۴۶ھ/2024ء
قیمت	سو روپے/100

ناشر شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا

ملنے کے پتے

[جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا، تھانہ اسلامپور، ضلع اتر دیناجپور بنگال]

[مولانا الیاس اشرفی دار المطالعہ نیچا کھالی، پوسٹ داسپاڑا، تھانہ چوپڑا اتر دیناجپور بنگال]

[رابطہ نمبر]

9564767751

8617008310

فہرست عناوین

نمبر شمار	اسماء عناوین	صفحہ نمبر
01	✷ عرض ناشر	05
02	✷ کلمات بابرکات	06
03	✷ پیش لفظ	12
04	✷ قبر اور قبرستان کی تعریف	17
05	✷ تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قبر	18
06	✷ قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا اور قبر میں دفن کرنا	19
07	✷ قابیل نے ایک کوے سے قبر کھودنا سیکھا	20
08	✷ قبر دو طرح پر بنائی جاتی ہے	21
09	✷ قبر اندر سے کیسی ہونی چاہئے	24
10	✷ قبر کی ظاہری شکل کیسی ہونی چاہئے	25
11	✷ قبر کو ٹیڑھی کر کے بنانے کا حکم	25
12	✷ اجرت پر قبر تیار کرنے یا کرانے کا حکم	27
13	✷ قبر میں کچی اینٹیں یا بانس وزکل لگانے کا حکم	29
14	✷ قبر کے اندر پکی اینٹیں یا لکڑی وتختی رکھنے کا حکم	30
15	✷ قبر میں میت کے نیچے چٹائی یا تختہ وغیرہ بچھانے کا حکم	32
16	✷ قبر میں میت کے ساتھ کوئی دنیاوی سامان راحت رکھنے کا حکم	33
17	✷ دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم	33
18	✷ قبر کے اندر یا باہر گلاب جل یا عطر وغیرہ چھڑکنے کا حکم	35
19	✷ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کھولنے کا حکم	36
20	✷ قبر کو پلاسٹک وغیر سے ڈھانپنے یا بانس وغیرہ سے گھیرنے کا حکم	38
21	✷ قبروں پر گنبد یا عمارت بنانے کا حکم	38
22	✷ قبروں پر پھول یا درخت کی کچی ٹہنیاں رکھنے کا حکم	40
23	✷ قبرستان کے اقسام	43
24	✷ قبرستان کو کچی یا پکی چہار دیواری سے گھیرنے کا حکم	44

فہرست عناوین

نمبر شمار	اسماء عناوین	صفحہ نمبر
23	✷ قبرستان کے گڈھوں کو مٹی سے بھرنے کا حکم	45
24	✷ قبرستان کی زمین پر قبضہ کرنے کا حکم	45
25	✷ قبرستان میں بیٹھنے، چلنے، سونے اور گندگی کرنے کا حکم	47
26	✷ قبرستان میں راستہ، مکان یا دُکان بنانے کا حکم	49
27	✷ قبرستان میں مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم	50
28	✷ قبرستان میں مدرسہ، خانقاہ ومہمان خانہ بنانے کا حکم	52
29	✷ قبرستان میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم	54
30	✷ قبرستان میں کھیتی کرنے کا حکم	56
31	✷ قبرستان میں کنواں کھودنے اور نل وہینڈ پائپ لگانے کا حکم	57
32	✷ قبرستان میں بیت الخلا یا گٹر یا نالہ بنانے کا حکم	58
33	✷ قبرستان میں پانی کا پائپ بچھانے اور بجلی کا کھمبا لگانے کا حکم	60
34	✷ قبرستان میں حوض یا نہر بنانے کا حکم	60
35	✷ قبرستان کی مٹی کھود کر دوسری جگہ لے جانے کا حکم	61
36	✷ قبرستان میں نئی مٹی ڈالنے کا حکم/ قبرستان میں جانور باندھنے یا چرانے	62
37	✷ قبرستان کی گھاس ولکڑی کاٹنے یا جلانے کا حکم	63
38	✷ قبرستان میں لوبان، اگربتی وموم بتی جلانے کا حکم	65
39	✷ قبرستان میں روشنی کرنے اور اسے سجانے سنوارنے کا حکم	66
40	✷ قبرستان میں کھانے پینے کا حکم	67
41	✷ قبرستان میں جلسہ ومیٹنگ کرنے کا حکم	67
42	✷ قبرستان میں ہنسنے اور فضول باتیں کرنے کا حکم	69
43	✷ قبرستان کو بیچنے یا خریدنے کا حکم	70
44	✷ قبرستان میں جنازہ گاہ بنانے کا حکم	70
45	✷ دوسرے گاؤں کے قبرستان میں میت دفن کرنے کا حکم	71
46	✷ مسلمانوں کے قبرستان میں مشرکوں، کافروں ومرتدوں کو دفن کرنے کا حکم	72
47	✷ قبرستان کے درختوں کا حکم	74
48	✷ قبرستان کے درختوں کو کاٹنے کا حکم	75
49	✷ قبرستان کے درخت، لکڑی یا اس کی قیمت مسجد ومدرسہ میں لگانے کا حکم	76

اللہ اکبر

شـــــــــرف انتســـــــــاب

سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ **حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ** رضی اللہ عنہ
امام العارفین خاتم المحققین **حضرت سیدنا امام ابن عابدین شامی** رضی اللہ عنہ
مجدد اعظم شیخ الاسلام والمسلمین **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں** رضی اللہ عنہ
حضور حافظ ملت **حضرت الحاج الشاہ مفتی عبد العزیز محدث مرادآبادی** قدس سرہٗ
مفتی اسلام حضور تاج الشریعہ **حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں** قدس سرہ
بحر العلوم استاذی الکریم **حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی عبد المنان اعظمی** قدس سرہٗ
والدی الکریم بلبل بنگال **حضرت مولانا الیاس اشرفی** قادری قدس سرہٗ
اور تمام اکابر اسلام کی ذوات قدسی صفات کو منسوب کرتا ہوں جن کے فقہی واجتہادی
اور دینی وملی خدمات وفیضان کے طفیل امت جادۂ مستقیم پر قائم ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

شـــــــــرف اهتـــــــــداء

میں اپنی اس حقیر کوشش کو علاقہ سیمانچل اور شمالی بنگال کی قدیم ومعروف دینی
درسگاہ ,,**جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا**،، اور اس کے قابل فخر فرزندوں ولائق
تحسین ارکان وخدام کے نام ہدیہ کرتا ہوں جن کی مخلصانہ وابستگی ادارے
کے لئے روز افزوں ترقی کا باعث ہے۔

نیازمند

احقر احمد رضا قادری مصباحی حنفی دیناجپوری غفرلہ ولابویہ

عرض ناشر

حامدا ومصلیا

سال گذشتہ ایک کتاب بنام ,,عظمت موئے مبارک،(مؤلف مفتی احمد رضا قادری
مصباحی صاحب صدر المدرسین ادارہ ہذا)، کی اشاعت سے ادارہ نے اپنے نشریاتی
پروگرام کا آغاز کیا تھا، بحمدہ تعالیٰ ہمیں اس کا بہتر نتیجہ دیکھنے کو ملا اور محبین واحباب کی جانب
سے بھی خوب پذیرائی ملی کہ دینی کتابوں کی اشاعت سے جامعہ کی دینی خدمات کا یہ گوشہ
بھی منور وروشن تر ہو رہا ہے۔

لہٰذا اس پروگرام کو آگے بڑھاتے ہوئے اس سال جلسۂ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
موقع پر ایک اور جدید اشاعت کے ذریعہ مقاصد ادارہ کو کامیابی کی جانب لے جانے کی ہم
نے کوشش کی ہے جو ہمارے سلسلۂ اشاعت کی دوسری کڑی ہے۔

اس کتاب کا نام ,,قبرستان کے مسائل،، ہے، اور اس کے مرتب بھی ہمارے جامعہ کے
صدر المدرسین صاحب ہی ہیں، انھوں نے علاقہ کے مسلم قبرستانوں کی ناگفتہ بہ حالت کو
مدنظر رکھتے ہوئے خالص شرعی نقطۂ نظر سے اس کو مرتب فرمایا ہے جو اپنے موضوع پر مختصر
ہونے کے ساتھ ساتھ جامع بھی ہے، امید ہے کہ ہماری یہ پیش کش بھی حسب سابق
قارئین کو ضرور پسند آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہاں قارئین سے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ آپ حضرات دینی اشاعتی امور میں ضرور
حصہ لیں یہ آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بھی ہوگا اور دین وسنیت کو فروغ واستحکام بھی ملے گا
نیز ہمارے پاس اتنا بڑا بجٹ بھی نہیں ہوتا کہ کوئی ضخیم کتاب یا ایک ساتھ کئی کتابیں شائع
کرنے کو سوچ بھی سکیں پھر بھی جو کچھ کیا جا رہا ہے اس میں محض اللہ کی توفیق شامل ہے اور
بعض مخیر حضرات کا تعاون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینی کتابوں کی اشاعت و
طباعت کی توفیق عطا فرمائے اور تعاون کرنے والوں کو بھرپور اجر عطا کرے۔ آمین۔

والسلام مع الکرام

شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا تھانہ اسلامپور ضلع اتر دیناجپور بنگال

❁ کلمات بابرکات ❁

پیر طریقت رہبر راہ شریعت گل حدیقۂ نقشبندیت حضرت علامہ الحاج الشاہ
سید محمد شمس اللہ جان مصباحی المعروف ,, بابو حضور ،، دامت برکاتہم القدسیہ
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ سمرقندیہ رحم گنج دربھنگہ بہار

* * *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

زیر نظر کتاب ,, قبرستان کے مسائل ،، جگہ جگہ سے چند صفحات کو پڑھ کر دیکھا ماشاء اللہ عزیز القدر مفتی محمد احمد رضا مصباحی صاحب زید علمہ نے قبور و مقابر مسلمین کی حرمت و عظمت پر کافی اہم فقہی معلومات کو جمع کر دیا ہے اور سیکڑوں صفحات پر مشتمل معتبر فقہی کتابوں سے حوالہ تلاش کر کے انھیں بڑے سہل و سلیس انداز میں سجا کر کتابی شکل میں پیش کیا ہے۔ یقیناً عزیز موصوف کا یہ کارنامہ لائق تحسین ہے جو ائمہ، علماء اور عوام الناس کے لئے مفید ثابت ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فقیر نقشبندی دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مفتی احمد رضا مصباحی صاحب صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتاء جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے، ان کے زور قلم میں مزید اضافہ فرمائے اور اس طرح کی دینی و علمی نگارشات سے قوم و ملت کی خدمت کرنے کا جذبہ عطا کرے نیز تمام مسلمانوں کو اپنے اپنے قبرستانوں کی حرمت کا پاس و لحاظ اور حفاظت و صیانت کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ

دعا گو
سید شمس اللہ جان غفرلہ
خانقاہ سمرقندیہ رحم گنج دربھنگہ
۱۷ر صفر المظفر ۱۴۴۶ھ/ 21 ر اگست 2024ء

* * *

❁ تقریظ جمیل ❁

بشیر ملت خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی بشیر الدین رضوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم
مفتی و صدر المدرسین دار العلوم تنظیم اصلاح المسلمین رام گنج بازار، تھانہ اسلامپور اتر دیناجپور بنگال

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج مورخہ ۲۴ر اگست ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ دس بجے دن عزیز العلام مفتی احمد رضا صاحب سلمہ فرزند ارجمند بلبل بنگال حضرت مولانا الیاس صاحب اشرفی علیہ الرحمہ، دار العلوم تنظیم اصلاح المسلمین رام گنج تشریف لائے اور سلام و دعا کے بعد اپنی تازہ کاوش ,, قبرستان کے مسائل ،، نامی کتاب کا مبیضہ نسخہ پیش فرمایا ساتھ ہی تاکیداً یہ بھی فرمائش کی کہ اس پر کچھ تحریر فرمادیں۔ کل گھر سے واپسی میں یہیں سے لے جاؤں گا۔ وقت بہت مختصر مصروفیات بہت زیادہ حائل، دو دنوں کے بعد اجمیر و بریلی شریف کا سفر درپیش۔ معذرت کرنا چاہتا تھا مگر آپ کے اخلاص و اصرار کے مدنظر ٹال نہ سکا۔ رات کو سرخیوں پر سرسری نظر دوڑائی اور جستہ جستہ مطالعہ کیا ماشاء اللہ قبرستان اور قبور کے تعلق سے ایک مستند و مدلل اور بیش بہا مفید کتاب ہے، دور حاضر میں ایسی کتابوں کا منظر عام پر لانا بہت ضروری ہے کہ ہمارے اسلاف تو مطول در مطول کتابوں کا ذخیرہ چھوڑ کر گئے ہیں اکثر علما ان کا مطالعہ تو درکنار نام تک نہیں جانتے اور آج اتنا دینی شغل کہاں کہ مطولات کے مطالعہ کا جذبہ صادق پیدا ہو! اس لئے مفتی صاحب نے الگ الگ عنوان سے ضرورت کے تحت ان ہی مطولات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختصرات کی راہ اپنائی ہے اور گذشتہ ایک دہائی سے بڑی تیزی سے تن پروری چھوڑ کر دین پروری کا عزم مصمم کر کے سال میں دو کتابیں ترتیب دے کر اہل علم کی خدمت میں فری نظر نواز کرتے ہیں اگر قارئین چاہیں تو ایک ہی نشست میں پوری کتاب پڑھ سکیں۔

جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا کے اراکین و معاونین قابل قدر اور لائق تحسین ہیں کہ اپنے اس قدیم ادارہ کو جہاں صوری اعتبار سے روز افزوں فروغ دیتے ہیں وہیں معنوی اعتبار سے اچھی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ماہرین تعلیم و تربیت کا انتخاب کر کے ان سے دینی خدمات بھی لیتے ہیں اس لیے یہ ادارہ قیام کے روز اول سے ہی ترقی پزیر ہے۔ یہ فقیر بھی اس مدرسہ میں تقریباً تین سال پڑھا ہے، یہ عہد مسعود سن ۷۰ / ۱۹۷۱ء کا تھا، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا تسلیم الدین اشرفی علیہ الرحمہ اس وقت صدر مدرس تھے جو متوسطات کے ایک باشعور و پختہ کار مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ہر دلعزیز خوش مقال اور مقبول خطیب بھی تھے۔ میں نے آپ کے پاس ہدایۃ النحو سے لے کر

شرح جامی تک پڑھی ہے، اور شرح جامی پڑھانے کا جو ایک حق ہے آپ اس کی ادائیگی کے ساتھ پڑھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شرح جامی پڑھانے کا گُر دراصل ,,سوال باسولی،، میں ہے جو اس کا مطالعہ کر کے پڑھائے گا وہی شرح جامی پڑھانے کا حق ادا کر سکتا ہے۔ آپ ایک فیاض و مربی استاذ تھے بعد ظہر کتاب یہ کہہ کر مجھے دیتے کہ جہاں تک پڑھایا ہے وہاں تک دیکھو اور بعد مغرب مجھے لا کر دِکھا دینا! اس زمانے میں مدرسہ میں رہنے کا انتظام نہیں تھا طلبہ و اساتذہ جاگیروں میں رہا کرتے تھے میں بھی حضرت کے قریب ایک صاحب کے یہاں رہتا تھا اور حضرت کے حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ سالانہ امتحان میں شمس العلما حضرت مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ صدر مدرس منظر اسلام بریلی شریف طلبہ کے ممتحن کی حیثیت سے تشریف لاتے تھے اور امتحان میں طلبہ کو یہ اختیار دیتے کہ پڑھو جہاں سے تمھیں یاد ہے۔ شرح جامی کے امتحان میں مجھے بھی حضرت نے اختیار دیا تو میں نے عرض کیا حضور میں نے شروع سے یہاں تک پڑھا ہے آپ جہاں سے چاہیں پڑھوا لیجیے! اس پر حضرت نے سختی کے ساتھ امتحان لیا اور جواب سے خوش ہو کر ۹۰ رفیصد نمبر عطا فرمائے اسی طرح باقیات میں بھی ۸۰ / ۸۵ رفیصد نمبر ملے۔ حضرت علامہ تسلیم الدین علیہ الرحمہ کے جانے کے بعد امام العلماء حضرت مولانا امام الدین رضوی علیہ الرحمہ اس ادارہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور تا حین حیات تشنگان علوم وفنون کو سیراب کرتے رہیں اور ان کی زندگی بھر کی بے لوث خدمات سے متاثر ہو کر بعد از وصال گنجریا کے علما و عوام نے یہ کہہ کر مدرسہ کے احاطے میں ان کی آخری آرام گاہ متعین کر دی کہ حضرت زندگی تو آپ نے یہیں وقف کر دی اب بعد وصال کہاں جائیں گے۔ قادر مطلق ان ذوات ثلٰثہ کی قبروں پر شب و روز رحمت و انوار کی بارش برسائے۔

اب اس ادارہ کی تعلیمی باگ ڈور زیر نظر کتاب کے مؤلف سلمہ کے دست بابرکت میں ہے اور ادارہ کے شعبۂ نشر و اشاعت سے بڑی اہم اور اچھی کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس منارۂ علم وحکمت کو تا قیامت بلند و بالا رکھے اور اس کے اراکین و معاونین کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے! بالخصوص اس نوجوان قلم کار کے حوصلے میں بلندی، عمر میں درازگی، قلم میں توانائی، صحت میں بہتری، عمل میں افزودگی اور رزق میں کشادگی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وصلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

فقط: محمد بشیر الدین رضوی غفرلہ القوی [۲۰ رصفر المظفر ۱۴۴۶ھ]

۞ تقریظ جلیل ۞

شارح منیہ حافظ الشریعہ حضرت العلام مفتی محمد شاکر رضا قادری مصباحی مدظلہ العالی
صدر المدرسین رشیخ الحدیث جامعۃ الرضا اون سورت گجرات، وسربراہ قادری مشن اتر دیناجپور

مبسملاً وحامداً ومصلیاً

امابعد!

حیات انسانی تین مرحلوں سے مربوط ہے۔ **پہلا مرحلہ:** پیدائش سے لے کر وفات تک کا، دوسرا مرحلہ: وفات سے قیامت تک ہے، اور تیسرا مرحلہ: بعد موت دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کا ہے۔ بالفاظ دیگر (۱) عالم دِنیا (ظاہری) (۲) عالم برزخ (۳) عالم آخرت۔

یہ قدرتی ضابطۂ زندگی ہے جو مسلمہ ہے، سب اس پر متفق ہیں؛ چنانچہ کثیر نصوص آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ اس پر شاہد وثبت ہیں۔ **دوسرا مرحلہ** جس کو قبر کی زندگی یا عالم برزخ سے تعبیر کی جاتی ہے چونکہ دنیا اور آخرت کے بیچ کی زندگی ہے اسی وجہ سے **اس کو برزخ** کہتے ہیں۔ بات اسی دوسرے مرحلے کی قبر/قبرستان سے ہے اور یہی کلام کا محور بنایا گیا ہے

۔**حدیث** میں آیا ہے: **القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار:** رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۸) یعنی قبر (مومن کی) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا (قبر کافر کی) دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

مومن پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہے جس کی قبر کو بہشت کے باغوں میں ایک باغ بنا دیا جاتا ہے، اور قبر میں پہنچنے کے بعد اس کی راہیں کھول دی جاتی ہیں جہاں چاہے جائے آئے

حدیث میں ہے: **اذا مات المؤمن يُخلّٰى سَرْبُه يَسْرَحُ حَيْثُ شَآءَ:** یعنی جب مومن مرجاتا ہے اُس کی راہ کھول دی جاتی ہے جہاں چاہے جائے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نور اللہ مرقدہ فتاویٰ رضویہ (مترجم ج ۲۹ ص ۵۴۵) میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دیلوی قدس سرہ کے "**فتاویٰ عزیزیہ**" سے نقل فرماتے ہیں: "روح را قُرب وبُعد مکانی یکساں است۔" یعنی روح کے لیے کوئی جگہ دور یا نزدیک نہیں، بلکہ سب جگہ برابر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مومن زندہ ہے تو بھی قابل احترام ہے اور بعد وفات قبر میں جانے

کے بعد تو اور زیادہ لائق شرف وعز ہو جاتا ہے کہ جس ذات بابرکت نے ہمیں شعور زندگی بخشا، آج اسی گور میں ملاقات ہونے جارہی ہے، علامہ آسی غازی پوری علیہ الرحمہ نے یوں تصویر کشی کی ہے:۔

اب پھولے نہ سمائیں گے کف میں آسیؔ
ہے شب گور بھی اس گل کے ملاقات کی رات

اور ایسے کے لیے قبر سے صدا یوں سنائی دیتی ہے:۔

رسد بہ گوش من آواز از لب گور
بیا کہ خاک زشوق تو چشم در راہ است

(یعنی میرے گوش [کان] میں ہر لمحے لبِ گور [قبر کے کنارے] سے آواز آتی ہے کہ آجا! کہ خاک [مٹی] تیرے عشق کی وجہ چشم بہ راہ ہے۔)

بہر کیف! آج کا دور ایسا ہے کہ **شرعی مسائل** جو ہمارے اہداف میں کامیابی کی سب بڑی ضمانت ہیں اور ہماری زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کی اساس ہیں ان کو گلے لگانا نہیں چاہتے یا عادت سے مجبور ہیں کہ جانے انجانے ہر شعبۂ حیات کو اپنے پاؤں تلے روند چلے جارہے ہیں اور ہم کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ کچھ اسی طرح کے ناگفتہ بہ حالات قبر اور قبرستان کے ہیں جو عبرت کی جا ہے، موت کو یاد رکھنے کی جگہ ہے، شہر خموشاں ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کو دلوں میں بسائے رکھنے کی ہر آن صدا پہ صدا لگا رہا ہے، اور ہم ہیں جو اس کی حرمت کو تار تار اور پامال کرنے میں لگے ہیں۔

زیر نظر رسالہ اسی قبر قبرستان کے روزمرہ مسائل سے متعلق ہے جس کو ہماری جماعت کے ایک جواں سال محقق اور بیدار مغز عالم حضرت مولانا و مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی زیدہ جبہ نے ترتیب دیا ہے۔ انہوں نے ,,**قبرستان کے مسائل**،، پر قلم برداشتہ فرما کر ہم سبھوں کی طرف سے نماز جنازہ کی طرح فرض کفایہ تو نہیں کہوں گا مگر ضرور واجب کفایہ ادا کیا ہے؛ کیوں اس طرح کے موضوعات پر بہت کم لوگ لکھتے ہیں۔

آپ از ہر ہند جامعہ اشرفیہ کے قابل قدر فاضل، مایۂ ناز مفکر اور باصلاحیت و تجربہ کار مفتی ہونے کی حیثیت سے علاقۂ سیما نچل میں دین و مسلک کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس وقت گنجریا اسلام پور، اتر دیناج پور کا معروف ادارہ جامعہ اہل سنت جوہر العلوم کے صدر المدرسین اور مفتی کے عہدے پر فائز ہیں۔

موصوف محب مکرم میرے پاس کتاب کے کوئی چالیس بیالیس صفحات بھیجے، مشاغل کی کثرت اور ہجوم کار کی بنا پر بہت ہی قلیل وقت میں دیکھا، مشمولات پر نظر دوڑایا عمدہ اور خوب سے خوب تر پایا کہ فی زماننا ان مسائل کی سخت ضرورت ہے۔ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ حضرت موصوف زید شرفہ کی اس محنت کو مقبول انام عطا فرمائے اور جزائے خیر سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والسلام۔

فقیر محمد شاکر رضا قادری مصباحی
صدر المدرسین رشیخ الحدیث جامعۃ الرضا اون سورت گجرات
امام احمد رضا دار الافتاء، قادری مشن اتر دیناج پور وشاخ سورت
رکن سالنامہ انکشاف سیما نچل
۱۹ر صفر المظفر ۱۴۴۶ھ/ ۲۵ر اگست ۲۰۲۴ء

* * *

۞ پیش لفظ ۞

حامداً و مصلیاً و مسلماً

یہ رسالہ ہم نے مقابر مسلمین کے متعلق چند ایسے مسائل کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے جو بکثرت درپیش ہیں، چونکہ ہمارے دیار و امصار میں قبرستان کی زمینیں عموماً موقوفہ ہیں جن کی حفاظت کی طرف مسلمانوں کی توجہ بہت کم ہے جس کی وجہ سے اکثر قبرستانوں کا وجود ہی خطرے کی زد پر آگیا ہے اور غفلت ولاپرائی کا یہ عالم ہے کہ خود مسلمان مقابر مسلمین کی عزت وحرمت کا پاس ولحاظ نہیں کرتے بلکہ قبروں پر راستہ بنا لینا، جانور باندھنا، لہو لعب کی مجلس قام کرنا، قبرستان کی مٹی کھود کر لے جانا، قبرستان میں گندگی ڈالنا اور بھی بہت سے غیر مناسب افعال انجام دینا بالکل عام سی بات ہو کر رہ گئی ہے۔ حتیٰ کہ شہ زور قسم کے لوگوں نے قبرستان کی زمین پر قبضہ کر کے گھر اور دکان تک بنا ڈالا ہے اور ان چیزوں کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ تاہم جو قبرستانوں کی ان حالات زار سے نالاں ہیں وہ زبانی یا لکھ کر سوال کر کے حکم شرع معلوم کرتے ہیں اور تحفظ مقابر مسلمین کے لئے کوششیں کرتے ہیں لہٰذا ایسے قابل تعریف افراد کی ضرورت اور حالات کو دیکھتے ہوئے ہمارے بعض احباب کی طرف سے یہ فرمائش ہوئی کہ آپ اس نوعیت کا ایسا کوئی رسالہ ترتیب دیجیے جو مقابر مسلمین کی شرعی اہمیت اور آداب واحترام کے ساتھ ساتھ ان ضروری مسائل پر بھی مشتمل ہو جو بہت ہی اہم اور ناگزیر ہیں تاکہ اس کی روشنی میں اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ احساس دلایا جاسکے کہ مسلم قبرستانوں کا تحفظ بھی ایک اہم فریضہ ہے جس کی ادائے گی ہر وقت لازم ہے۔

پھر اس نوعیت کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے ہمیں بھی احساس ہوا کہ قبرستان کے مسائل پر ایک ایسا مختصر سا رسالہ ضرور ہونا چاہئے جس میں ان امور کا شرعی حکم مذکور ہو جن کو لے کر لوگ تغافل کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس طرح وہ خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور مرحومین کو بھی اذیت پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اس تعلق سے ہمارے

دارالافتاء میں آئے ہوئے سوالات کو سامنے رکھ کر ہم نے متعلقہ موضوع پر تقریباً چالیس ذیلی عناوین قائم کئے اور ان عناوین کے تحت آنے والے ہر ایک مسئلہ کا شرعی حکم بیان کیا نیز حوالہ جات کی تخریج بھی کر دی۔

موضوع کی مناسبت سے کتاب کا نام ہم نے ,, ھدایۃ الاکابر الیٰ احکام المقابر ،، المعروف بہ ,, **قبرستان کے مسائل** ،، تجویز کیا ہے۔ اللہ رب العزت کی توفیق سے رسالہ جلد ہی تکمیل کو پہنچا اور اب اہل ذوق کو نذر ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس جگہ اولاً ملت کی ان مقتدر ہستیوں کی بارگاہ میں ہدیہ امتنان پیش کروں گا جنھوں نے اپنے قیمتی ٹاثرات سے کتاب کو باوزن بنا دیا ہے خصوصاً پیر طریقت گل حدیقۂ نقشبندیت حضرت سید بابو حضور صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سرپرست اعلیٰ جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا کا کہ آپ نے دعاؤں کے ساتھ اپنے خوبصورت الفاظ سے بھی نوازا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے بزرگ عالم دین بشیر ملت حضرت علامہ مفتی محمد بشیر الدین رضوی صاحب قبلہ کا شکر گزار ہوں کہ حضرت نے خادم کی التجا پر قلت فرصت کے باوجود بڑی شفقت ومسرت کے ساتھ اپنے قیمتی تاثرات تحریراً عطا فرمائے، اور صمیم قلب سے مشکور ہوں اہلسنت کے قابل فخر عالم ومحقق شارح منیہ حافظ الشریعہ حضرت العلام مفتی محمد ثناکر رضا قادری مصباحی صاحب دامت فیوض علمہ صدر المدرسین رئیس الحدیث جامعۃ الرضا اون سورت گجرات، مفتی امام احمد رضا دارالافتاء وسربراہ قادری مشن اتر دیناج پوروشاخ سورت، رکن سالنامہ انکشاف سیمانچل کا کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ہجوم مصروفیات کے درمیان اس ہیچمداں کے لئے وقت نکال کر تقریظ کے بہت ہی وقیع کلمات مرحمت فرمائے۔

یہاں اپنے ان مہربان احباب کا ذکر نہ کرنا ناسپاسی ہوگی جنھوں نے کتاب کی نوک پلک درست کرنے کے ساتھ ساتھ نہات ہی مفید اور کارگر مشوروں سے نوازا، خاص طور پر محب محترم حضرت مولانا مفتی عثمان غنی مرکزی آمتولہ چوپڑا، جنھوں نے

کتاب کی باریکیوں کو بنظر غائر جانچا اور بعض عناوین کا اضافہ کیا۔ حضرت مولانا منصور عالم رضوی استاذ دارالعلوم شمس العلوم اسلامپور جنھوں نے بڑے انہماک سے کتاب کی پروف ریڈنگ فرمائی۔ عزیز گرامی مولوی کونین صدیقی کٹیہاری متعلم جامعہ اشرفیہ مبارکپور جنھوں نے کتاب کی حسن ترتیب کے لئے خاصی محنت صرف کی اور عزیز القدر محمد شاہجہاں قادری دیناجپوری متعلم گلشن بغداد رامپور یوپی جن کی خاص تحریک پر کتاب بہت جلد تکمیل آشنا ہوئی، رب کریم ان حضرات کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک سچائی یہ بھی بیان کرنے کی ہے کہ آجکل کتاب لکھنا قدرے آسان ہوگیا ہے بنسبت اس کی طباعت واشاعت کے اور یہی وہ مرحلہ ہے جہاں پہنچ کر بہت سے مؤلفین و مصنفین ہتھیار ڈال دیتے ہیں کیوں کہ طباعت واشاعت کا مرحلہ بغیر پیسہ کے طے نہیں کیا جاسکتا ہے وہ بھی اس دور گراں فروشی میں۔ لیکن میں تہ دل سے ممنون و مشکور ہوں اپنے مخلص احباب کا کہ اس حوالے سے بھی ان کی زندہ دلی کا مظاہرہ قابل تعریف ہے بالخصوص جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا کے سکریٹری حضرت مولانا تنویر عالم مصباحی صاحب قبلہ کا کہ انھوں نے ادارہ کے شعبۂ نشر واشاعت کی جانب سے کتاب کو شائع کرنے کا عزم ظاہر فرمایا معاہدیہ امتنان پیش ہے مخیر قوم وملت حضرت مولاالحاج جمیل اختر اشرفی صاحب قبلہ کی خدمت میں کہ ان موقع پر آپ دست غیب بن کر نمودار ہوتے ہیں علاوازیں محب گرامی وقار حضرت مفتی عرفان عالم اشرفی مصباحی صاحب قبلہ، محب مکرم خطیب شہیر حضرت مفتی فیروز عالم مصباحی صاحب قبلہ، مخدوم گرامی حضرت مولانا خیر الدین مصباحی صاحب قبلہ، صدیق گرامی حضرت مفتی امتیاز عالم رضوی صاحب قبلہ، محب محترم حضرت حافظ وقاری تجمل حسین نوری صاحب قبلہ اور رفیق گرامی حافظ سید علی مصباحی صاحب کا بھی صمیم قلب سے شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات کی مخلصانہ توجہ اور صدیقانہ برتاؤ سے ہمارے خادمانہ حوصلوں کو پرواز ملتا ہے رب العالمین ان حضرات کا سایۂ شفقت ورفاقت ہم پر مزید وسیع فرمائے۔ آمین۔

ہاں بڑی ناانصافی کی بات ہوگی اگر میں جامعہ اہلسنت جوہر العلوم کے ارکان، ممبران واساتذہ سمیت خادم کے حق میں ان دعا گو علماء کے احسان کا اعتراف نہ کروں جو ہمیں جائز سہولتیں فراہم کرنے کی سعی بلیغ فرماتے ہیں دعاء ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ ان حضرات کو دونوں جہاں کی خصوصی نعمتیں عطا فرمائے۔

قارئین کی خدمت میں ایک التماس یہ بھی ہے کہ اہلسنت کا یہ عظیم الشان قلعہ جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا ہمہ وقت قوم وملت کی دینی وعلمی خدمت کے لئے کمر بستہ ہے، اس کے متعدد کارآمد شعبہ جات میں نشر واشاعت کا شعبہ بھی اب مکمل عزم وحوصلہ کے ساتھ میدان عمل میں اتر چکا ہے یقیناً اس کی زندگی میں رنگ بھرنے کے لئے مالی تعاون کی ضرورت ہے لہٰذا ہر موقع پر آپ اس کی امداد کے لیے آگے آئیں تاکہ ادارہ کی تمام تر ضرورتیں پوری ہوسکے۔

اخیر میں قارئین کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ہم نے اس کتاب کو سجانے سنوارنے اور اس کی وقعت میں مضبوطی پیدا کرنے کی اپنی ممکنہ کوششیں صرف کی ہیں تاہم اپنی علمی بے بضاعتی کا احساس ہمیں خوب ہے لہٰذا اپنی کمیوں کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کناں ہیں کہ کتاب میں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح ہوجائے اور آپ عنداللہ ماجور۔ نیز اگر یہ کاوش کسی بھی جہت سے آپ کو پسند آئے تو ہمارے مع والدین کریمین، مرشدان طریقت وجملہ اساتذہ واحباب کے حق میں دعائے خیر ومغفرت فرمائیں کہ یہی ہمارے لئے سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ آمین بجاہ سید الرسلین ﷺ

العارض

فقیر الی اللہ القدیر

محمد احمد رضا قادری مصباحی غفرلہ ولابویہ

۱۹/صفر المظفر ۱۴۴۶ھ/ ۲۵/اگست ۲۰۲۴ء

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ
بِرَحْمَتِکَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

✶✶✶

ھدایۃ الاکابر الی احکام المقابر
المعروف بہ

قبرستان کے مسائل

مصنف

مفتی محمد احمد رضا قادری مصباحی حنفی دیناجپوری
صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتاء جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا،
تھانہ اسلامپور ضلع اتر دیناجپور بنگال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

● قبر اور قبرستان کی تعریف ●

قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں مردہ دفن کیا جاتا ہے اور جس جگہ کو مردہ دفن کرنے کے لئے مخصوص کر دیا جائے اسے قبرستان یا مقبرہ کہتے ہیں جس کی جمع مقابر آتی ہے یعنی وہ جگہ جہاں بہت سی قبریں ہوں۔علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

:القبر: مقر المیت، ومصدر قبرتہ: جعلتہ فی القبر، وأقبرہ: جعلت لہ مکانا یقبر فیہ، نحو: أسقیتہ: جعلت لہ ما یستقی منہ، قال تعالی :(ثم اماتہ فاقبرہ) [عبس/۲۱] وقیل: معناہ الھم کیف یدفن، والمقبرۃ والمقبرۃ موضع القبور، وجمعھا: مقابر. قال: (حتی زرتم المقابر): (سورۂ تکاثر) یعنی قبر میت کو دفن کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور اگر اس کو باب ضرب یا نصر سے قبرتہ کہیں تو اس کا معنی ہے میں نے اس کو قبر میں دفن کر دیا اور اگر باب افعال سے اقبرہ کہیں تو اس کا معنی ہوگا کہ میں نے اس کے لئے قبر کی جگہ مہیا کرائی، جیسے اسقیتہ کا معنی ہوتا ہے کہ میں نے اس کو وہ چیز مہیا کرائی جس سے اس نے سیرابی حاصل کی، اور مقبرہ ومقبُرہ قبروں کی جگہ کو کہتے ہیں جس کی جمع مقابر آتی ہے (مفردات القرآن۔ص 651)

اور فرہنگ آصفیہ میں قبر کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

قبر: (ع) اسم مؤنث۔تربت، گور، مدفن، مزار، مقبرہ، سمادھ، گڑھا، وہ گڑھا جس میں مردے کو دفن کریں (ج 03،ص 370)

فیروز اللغات فارسی میں ہے۔

قبر: (ع) گور، تربت، جہاں مردے کو دفن کیا جاتا ہے (ص 806)

اسی طرح مقبرہ قبر بنانے کی جگہ کو کہتے ہیں، فرہنگ آصفیہ میں ہے۔

مقبرہ (ع) اسم مذکر: جائے قبر، گور مردہ، روضہ، آستانہ، مزار، گور، گورستان، تربت، مرقد، درگاہ (ج04،ص383)

اور مقبرہ کی جمع مقابر یعنی وہ جگہ جہاں بہت سی قبریں ہوں جیسا کہ اسی میں ہے

مقابر (ع) اسم مذکر: مقبرہ کی جمع۔ وہ جگہ جہاں بہت سے مقبرے یا قبریں ہوں (ج04،381)

● تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قبر ●

تاریخ انسانی کی سب سے پہلی میت حضرت ہابیل کی تھی اور زمین میں سب سے پہلی انسانی قبر انھیں کی وجود میں آئی، قصہ یہ ہوا کہ حضرت ہابیل کو ان کے سگے بھائی قابیل نے قتل کر دیا پھر وہ لاش کو ٹھکانے لگانے کے لئے پریشان رہا اچانک اس نے دیکھا کہ دو کوّے آپس میں لڑ پڑے جن میں سے ایک کوّے نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اس کوّے نے اپنی چونچ سے ایک گڑھا کھود کر اس میں مردہ کوّے کی لاش کو مٹی سے چھپا دیا اور اڑ گیا، قابیل اس منظر کو غور سے دیکھنے کے بعد اسی طرح ایک گڑھا کھودا اور ہابیل کی لاش کو اس میں دفن کر دیا، اس واقعہ کا ذکر قران کریم میں بھی ہے جس کی طرف یہ آیتیں اشارہ کر رہی ہیں۔

:وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (۲۷) لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۸) اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗءَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ (۲۹) فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر، جب دونوں نے ایک ایک نیاز (قربانی) پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا، کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے، بے شک

اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے، تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا (قتل پر اُبھارا) تو اُسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں (المائدہ۔ 27 تا 31)

● قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا اور قبر میں دفن کرنا ●

قابیل نے ہابیل کو کیوں اور کیسے قتل کیا اس تعلق سے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم کے ہاں جب اولاد ہوتی تو ایک ساتھ ایک بچہ اور بچی پیدا ہوتی۔ ایک حمل سے جو لڑکا پیدا ہوتا اس کا نکاح وہ دوسرے حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ کر دیتے اور اس حمل کی لڑکی سے دوسرے حمل کے لڑکے کا نکاح کر دیتے حتی کہ ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے، قابیل اور ہابیل۔ قابیل زراعت کرتا تھا اور ہابیل مویشی پالتا تھا، قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ اس لڑکی سے بہت خوبصورت تھی جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹے تھے۔ قاعدہ کے مطابق ہابیل نے قابیل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا لیکن قابیل نے انکار کیا اس نے کہا یہ میری بہن ہے اور میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اور یہ تمہاری بہن سے زیادہ خوبصورت ہے اور میں اس سے نکاح کرنے کا زیادہ حقدار ہوں، ابن اسحاق کی روایت میں ہے، قابیل نے کہا ہم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور تم دونوں زمین پر پیدا ہوئے ہو اور میں اپنی بہن کا زیادہ حقدار ہوں۔ حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹے! یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے! قابیل نے حضرت آدم کی بات ماننے سے انکار کر دیا تب حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹو! تم دونوں قربانی پیش کرو! تم میں سے جس کی قربانی قبول ہوگئی وہ

اس کے ساتھ نکاح کا حقدار ہوگا۔

ہابیل نے ایک کنواری بکری کی قربانی پیش کی اور قابیل نے گندم کی قربانی پیش کی پھر اللہ تعالی نے ایک سفید آگ کو بھیجا اس نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کی قربانی کو ترک کر دیا اس پر قابیل غضب ناک ہوگیا اور ہابیل سے کہا ,, میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا ورنہ تم میری بہن سے نکاح نہ کرنا،، ہابیل نے کہا اللہ تعالی متقین سے قربانی کو قبول کرتا ہے (تبیان القرآن، تحت آیت مذکورہ)

● قابیل نے ایک کوّے سے قبر کھودنا سیکھا ●

قابیل نے جب ہابیل کو قتل کر دیا تو اس بات کو لے کر بہت پریشان ہوا کہ لاش کو کیا کرے چنانچہ اس فکر میں سرگرداں ہو کر وہ لاش کو مدتوں ساتھ لے کر پھرتا رہا بالآخر ایک دن اس نے دو کوے کو دیکھا کہ لڑتے ہوئے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اپنی چونچ سے ایک گڑھا کھود کر اپنے مردہ ساتھی کو اس میں چھپا دیا اور اڑ گیا، قابیل نے جب کوّے کو ایسا کرتے دیکھا تو یہی ترکیب اس نے بھی اپنائی اور گڑھا کھود کر اس میں ہابیل کی لاش کو دفن کر دیا چنانچہ تاریخ انسانی میں پہلا قاتل قابیل، پہلا مقتول ہابیل اور پہلا گورکن قابیل جبکہ پہلی قبر ہابیل کی بنی۔ قرآن مجید میں اس حادثہ کا ذکر اس طرح آیا ہے۔

:فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ۔ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ: تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر (کس طرح) اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا (المائدہ۔ 31)

اس آیت کے تحت خزائن العرفان میں ہے۔

مروی ہے کہ دو کوے آپس میں لڑے ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر زندہ کوے نے اپنی منقار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کرید کر گڈھا کیا، اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا، یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کی

لاش کو دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا۔

اور تبیان القرآن میں ہے۔

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قابیل ہابیل کو ایک جراب (چرمی تھیلا) میں ڈال کر ایک سال تک اپنے کندھے پر اٹھائے پھرتا رہا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس لاش سے کس طرح گلو خلاصی حاصل کرے حتی کہ اللہ تعالی نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا پھر اس نے زمین میں اس مردہ کوے کو دفن کر دیا۔ تب اس نے کہا ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہیں ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، پس وہ پچھتانے والوں میں سے ہوگیا۔

● قبر دو طرح پر بنائی جاتی ہے ●

پھر قبر دو طرح پر تیار کی جاتی ہے (۱) لحد، اگر زمین سخت ہو تو لحد بنانا سنت ہے اور (۲) صندوق، جو زمین نرم ہونے کی وجہ سے بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی لکھتے ہیں۔

:وأما سنة الحفر: فالسنة فيه: اللحد عندنا. وعند الشافعي: الشق، واحتج: أن توارث أهل المدينة الشق دون اللحد، وتوارثهم، ولنا قول النبي ﷺ: اللحد لنا والشق لغيرنا: حجة، وفي رواية: اللحد لنا والشق لأهل الكتا: وأن النبي ﷺ لما توفي، أختلف الناس أن يشق له أن يلحد، وكان أبو طلحة الأنصاري لحاداً، وأبو عبيدة بن الجراح شاقاً، فبعثوا رجلاً إلى أبي عبيدة، ورجلاً إلى أبي طلحة، فقال العباس بن عبد المطلب: اللهم خر لنبيك أحب الأمرين إليك، فوجد أبا طلحة كان بعث إليه، ولم يجد أبا عبيدة من بعث إليه، والعباس رضي الله عنه كان مستجاب الدعوة، وأهل المدينة إنما توارثوا الشق لضعف أراضيهم بالبقيع، ولهذا اختار أهل بخاري الشق دون اللحد، لتعذر اللحد لرخاوة أراضيهم: یعنی

ہمارے نزدیک "لحد" اور امام شافعی کے نزدیک "شق" (صندوق) مسنون ہے، امام شافعی کی دلیل اہل مدینہ کا توارث ہے، کہ ان کے ہاں شق کا ہی دستور رائج تھا، نہ کہ لحد کا لہٰذا ان کا یہ دستور حجت ہے، اور ہمارا استدلال نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: اللحد لنا والشق لغیرنا: یعنی لحد ہمارا اور شق دوسرے لوگوں کا طریقہ ہے، اور دوسری روایت میں: اللحد لنا والشق لاھل الکتاب: یعنی لحد ہمارا اور شق اہل کتاب کا دستور ہے کے الفاظ بھی مروی ہیں نیز مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام کے مابین آپ کی قبر کے متعلق اختلاف پیدا ہوا کہ آیا آپ کی قبر میں لحد بنائی جائے یا شق؟ اور مدینہ منورہ میں حضرت ابوطلحہ انصاری لحد بناتے تھے جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح شق کھودتے تھے تو صحابہ کرام نے دونوں کو ہی بلانے کے لیے ایک ایک آدمی بھیج دیا اس موقع پر حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کہا کہ اے اللہ! اپنے نبی کے لیے ان میں سے بہتر طریقے کو اختیار فرما۔ اتفاق کی بات ہے کہ ابوطلحہ گھر میں مل گئے مگر ابوعبیدہ نہ ملے اور حضرت عباس مستجاب الدعوات تھے (تو ان کی دعا قبول ہوگئی) اور اہل مدینہ میں شق کا دستور اس لیے تھا کیونکہ جنت البقیع کی زمین نرم تھی۔ اسی بنا پر اہل بخاریٰ کے یہاں بھی لحد کے بجائے شق کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ زمین نرم ہونے کی بنا پر وہاں لحد کھودنا مشکل ہے (بدائع الصنائع۔ ج02، ص353)

حضرت علامہ شامی نے بھی لحد بنانے کو ہی مسنون قرار دیا جبکہ زمین اس قابل ہو، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

:ویلحد لانه سنة وصفته ان یحفر القبر ثم یحفر فی جانب القبلة منه حفیرة فیوضع فیها المیت ویجعل ذلک کالبیت المسقف: یعنی لحد نما قبر بنانا سنت ہے اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قبر کھودی جائے پھر دیوار قبلہ کی جانب ایک گڑھا کھودی جائے جس میں میت کو رکھا جائے اور اسے چھت والے کمرے کی طرح بنا دیا جائے (شامی۔ ج03، ص139)

اور "شق" یعنی صندوق جیسی قبر کے متعلق لکھتے ہیں۔

:(ولا یشق) صفته ان یحفر فی وسط القبر حفیرة فیوضع فیها المیت (الا فی ارض رخوة): یعنی صندوق جیسی قبر نرم مٹی میں بنائی جائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیچ قبر میں ایک گڑھا بنا کر اس میں میت کو رکھ دیا جائے (ایضا)

علامہ علاء الدین کاسانی لحد اور شق بنانے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

:وصفة اللحد: ان یحفر القبر ثم یحفر فی جانب القبلة منه حفیرة فیوضع فیه المیت وصفة الشق: ان یحفر حفیرة فی وسط القبر فیوضع فیه المیت، ویجعل علی اللحد اللبن والقصب لما روی انه وضع علی قبر رسول الله ﷺ طن من قصب: یعنی لحد بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قبر کھودی جائے پھر قبلہ کی طرف ایک اور گڑھا کھودا جائے جس میں میت کو رکھا جائے، اور شق یعنی صندوق بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قبر کھودی جائے پھر اس کے بیچ میں ایک اور گڑھا کھودا جائے جس میں میت کو رکھا جائے پھر لحد کے اوپر کچی اینٹ اور بانس رکھا جائے (بدائع الصنائع۔ ج02، ص354)

اور حضرت صدر الشریعہ فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

قبر (کی) دو قسم ہے، لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میّت کے رکھنے کی جگہ کھودیں اور صندوق وہ جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے، لحد سنت ہے اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں اور نرم زمین ہو تو صندوق میں حرج نہیں (بہار شریعت۔ حصہ چہارم)

مقام افسوس ہے کہ ہمارے اطراف میں جو قبریں بنائی جاتی ہیں وہ نہ لحد ہوتی ہیں نہ صندوق! بلکہ قبر کے نام پر ایک صندوق نما گڑھا کھود کر اس میں میت کو دفن کر دیا جاتا ہے اور غالبا صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے اس اہم امر کی طرف کسی کی توجہ نہیں جاتی والعیاذ باللہ العظیم۔ علماء وائمہ حضرات کو چاہئے کہ قبر تیار کرنے کا شرعی طریقہ بیان کریں اور زمین کے سخت و نرم ہونے کے اعتبار سے لحد اور صندوق کہاں اور کس طرح بنائی جائے گی اس کو خوب واضح کریں والله المستعان وعلیه التکلان۔

● قبر اندر سے کیسی ہونی چاہئے ●

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن قبر تیار کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

:احْفِرُوا وَأَوْسِعُوا وَأَعْمِقُوا وَأَحْسِنُوا: یعنی قبر کو (مناسب انداز میں) وسیع، گہری اور اچھی طرح تیار کرو (مشکوٰۃ۔ص 148)

چنانچہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ قبر کو بہت زیادہ لمبی چوڑی بنانا مکروہ ہے بلکہ لمبائی میت کے قد کے برابر اور چوڑائی نصف قد کے برابر ہونی چاہئے اسی طرح گہرائی بھی نصف قد ضرور ہو اور قد بھر مستحب ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

:مقدار نصف قامة او الى حد الصدر، وان زاد الى مقدار قامة فهو احسن كما فى الذخيرة، فعلم ان الادنى نصف القامة والاعلى القامة، وما بينهما شرح المنية، وهٰذا حد العمق والمقصود منه المبالغة فى منع الرائحة ونبش السباع، وفى القهستانى: وطوله على قدر طول الميت، وعرضه على قدر نصف طوله: یعنی قبر کی گہرائی کی مقدار میت کے نصف قد یا سینے تک ہو اور قد برابر ہو تو زیادہ اچھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ مقدار نصف قد ہے اور اعلیٰ مقدار قد بھر ہے اور متوسط ان کے مابین کی مقدار، اور قبر کی لمبائی میت کے قد کی لمبائی کے برابر ہو اور چوڑائی میت کے آدھے قد کی مقدار ہو (شامی۔ج 03،ص 139)

اور حضرت صدر الشریعہ فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

قبر کی لنبائی (لمبائی) میّت کے قد برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی اور بہتر یہ کہ گہرائی بھی قد برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو، اس سے مراد یہ کہ لحد یا صندوق اتنا ہو، یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو (بہار شریعت، ح ۴)

● قبر کی ظاہر شکل کیسی ہونی چاہئے ●

قبر کو مربع یعنی چکور نہیں بنانا چاہئے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے بلکہ اونٹ کے کوہان، کی طرح بنائی جائے بایں طور کہ ایک بالشت اونچی اور طول وعرض میں اس بات کا خاص خیال رہے کہ قبر کا گڈھا اچھی طرح چاروں طرف سے بند ہو جائے نہ زیادہ چوڑی ہو نہ لمبی۔اسی طرح قبر کھودتے وقت جتنی مٹی نکالی گئی ہے اتنی ہی مٹی سے قبر تیار کی جائے، دوسری جگہ سے مٹی کے چپڑے لا کر نہ رکھے جائیں کہ مکروہ ہے۔علامہ حصکفی لکھتے ہیں،

:ولا يربع للنهى ويسنم ندبا وفى الظهيرية وجوبا قدر شبر: یعنی قبر کو مربع (مثل چبوترہ) نہ بنایا جائے کہ اس سلسلے میں ممانعت آئی ہے اور اسے کوہان نما بنائی جائے اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک بالشت اونچی کرنا ضروری ہے (درمختار۔ج 03،ص 143)

اسی میں قبر پر زیادہ مٹی ڈالنے کے بارے میں ہے۔

:وتكره الزيادة عليه من التراب لانه بمنزلة البناء: یعنی قبر پر ضرورت سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ (تحریمی) ہے کیوں کہ وہ عمارت بنانے جیسا ہی ہے (ایضاً)

بہار شریعت میں ہے۔

مسئلہ: جتنی مٹی قبر سے نکلی اُس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے (جوہرہ، عالمگیری) **مسئلہ:** قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان اور اس پر پانی چھڑکنے میں حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے اور قبر ایک بالشت اونچی ہو یا کچھ خفیف زیادہ (بہار شریعت۔حصہ چہارم)

● قبر کو ٹیڑھی کر کے بنانے کا حکم ●

قبر کو اس طرح کھودنا ضروری ہے کہ میت کا رخ جانب قبلہ ہو جو کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کریمہ سے ثابت ہے اور مسلمانوں کا یہی طریقہ تواتر کے ساتھ جاری ہے اس لئے قصداً اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہوگا لہٰذا قبر کھودتے وقت اگر اس کی جہت میں فرق آجائے تو دفن سے قبل اس کو درست کرنا ضروری ہے کہ اس کی کراہت ظاہر ہے اور اگر اندر سے قبر کی

جہت ٹھیک ہے اوپر کی کو ہان ٹیڑھی ہوگئی ہے تو اوپر سے اس کا صحیح کرنا ضروری ہے اور اگر دفن کے بعد ظاہر ہوا کہ اصل قبر کی جہت ٹیڑھی ہوگئی ہے یا میت کا رخ جانب قبلہ نہیں ہے یا لاش کو ترچھا لٹایا گیا ہے تو معاف ہے اس کے لئے قبر کشائی نہیں کی جائے گی چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

: ویدخل المیت مما یلی القبلة وذلك أن یوضع فی جانب القبلة من القبر ویحمل المیت منه ویوضع فی اللحد، فیکون الآخذ له مستقبل القبلة حالة الأخذ، کذا فی فتح القدیر، ویقول واضعه: بسم الله وعلی ملة رسول الله، کذا فی المتون، ویوضع فی القبر علی جنبه الأیمن مستقبل القبلة، کذا فی الخلاصة ..... ولو وضع المیت لغیر القبلة أو علی شقه الأیسر أو جعل رأسه موضع رجلیه وأهیل علیه التراب لم ینبش، ولو سوی علیه اللبن ولم یهل علیه التراب نزع اللبن وروعی السنة کذا فی التبیین: یعنی میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے داخل کیا جائے اور وہ اس طور پر ہوگا کہ جنازہ کو قبر کے قبلہ کنارے پر رکھا جائے پھر وہاں سے میت کو اٹھا کر اس طرح قبر میں رکھا جائے کہ قبر سے میت کو پکڑنے والے بھی قبلہ رخ ہوں اور رکھنے والے بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ پڑھیں جیسا کہ متون میں ہے اور قبر میں میت کو داہنی کروٹ پر قبلہ رو کر کے لٹایا جائے جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔۔۔اور اگر میت کو قبر میں قبلہ کی بجائے کسی اور رخ پر لٹایا گیا یا بائیں کروٹ پر لٹایا گیا یا سر کو پاؤں کی جانب رکھ دیا اور مٹی ڈال دی گئی تو اب درست کرنے کے لئے قبر کو کھولنا جائز نہیں ہے اور اگر ابھی صرف اوپر کی اینٹیں ہی رکھی گئی تھیں (یا قبر بند کرنے کے لیے تختی و بانس وغیرہ رکھی گئی تھی) اور اوپر کی مٹی نہیں ڈالی گئی تو کھول کر سنت کی مطابق کر دیا جائے جیسا کہ تبیین میں ہے (عالمگیری۔ج01،ص182/183)

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

میّت کو داہنی طرف کروٹ پر لٹائیں اور اس کا مونھ قبلہ کو کریں، اگر قبلہ کی طرف مونھ کرنا

بھول گئے تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رو کر دیں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں یونہی اگر بائیں کروٹ پر رکھا یا جدھر سرہانا ہونا چاہئے ادھر پاؤں کئے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا ٹھیک کر دیں ورنہ نہیں (بہار شریعت۔حصہ چہارم)

ہمارے اطراف میں میت کو چیت لٹا کر اس کا مُنہ جانب قبلہ کر دیا جاتا ہے اور اسی پر لوگوں کا تعامل ہے لہٰذا یہ طریقہ بھی جائز ہے ہاں افضل وہی کہ داہنی کروٹ قبلہ رو لٹایا جائے۔سرکار سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ارقام فرماتے ہیں۔

اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میّت کو داہنی کروٹ پر لٹائیں۔اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سا بنا دیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں، بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو۔اس سے میّت کو ایذا ہوگی۔۔۔اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضاء دیوار قبر سے ملا دینے کی اجازت نہیں، نہ اس کی کوئی وجہ۔اور جہاں اس میں وقت ہو تو چت لٹا کر منہ قبلہ کو کر دیں، اب اکثر یہی معمول ہے (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص371)

●اجرت پر قبر تیار کرنے یا کرانے کا حکم●

میت کا کفن دفن و نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اسی طرح قبر کھودنا بھی اور جو مسلمان اسلامی اخوت کو پیش نظر رکھ کر اپنے مرحوم بھائی کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت زیادہ اجر و ثواب ہے جیسا کہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

:مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ مَرَّةً، وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللهُ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ حَفَرَ لِمَيِّتٍ فَأَجَنَّهُ فِيهِ أُجْرِيَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ كَأَجْرِ مَسْكَنٍ أَسْكَنَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: یعنی جو کسی میت کو غسل دے اور (کوئی عیب دیکھے تو) اس کو چھپالے اس کی چالیس بار مغفرت کی جائے گی اور جو کسی میت کو کفن پہنائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں سندس اور استبرق کا لباس پہنائے گا اور جو کسی میت کے لیے قبر کھودے جس میں اسے اس میں دفن کرے تو اسے اس قدر اجر دیا جائے گا جیسے کوئی کسی کو قیامت تک رہنے کے لئے گھر بنا کر دے (المستدرک کتاب الجنائز)

لیکن اگر کہیں ایسی صورت حال درپیش ہو کہ مزدور کے ذریعے قبر تیار کرانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو تو وہاں اجرت دے کر قبر تیار کرنے اور مزدور کے لئے اجرت پر قبر کھودنے کی شرعاً اجازت ہوگی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے اس جزئیہ سے عیاں ہے۔

:رجل حفر قبرا فارادوا دفن میت آخر فیه ان کانت المقبرة واسعة یکره وان کانت ضیقة جاز ولا کن یضمن ما انفق صاحبه فیه کذا فی المضمرات: یعنی ایک آدمی نے قبر کھودی تھی جس میں لوگوں نے کسی دوسری میت کو دفن کرنا چاہا تو اگر قبرستان وسیع ہے تو ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر تنگ ہے تو جائز ہے لیکن ایسی صورت میں قبر کھودنے والے کو اس کا خرچ دینا ہوگا (عالمگیری۔ج 01،ص 182)

ایسا ہی فتاویٰ شامی میں بھی ہے۔

:قال فی تاتر خانیة. انفق مالا فی اصلاح قبر فجأ رجل دفن فیه میتة و کانت الارض موقوفة یضمن ما انفق فیه: یعنی ایک شخص نے مال خرچ کر کے قبر تیار کیا پس ایک دوسرے شخص نے اس میں اپنا مردہ دفن کر دیا تو اگر زمین موقوفہ ہے تو دفن کرنے والا اتنے کا ضامن ہوگا جتنا قبر بنانے میں خرچ ہوا ہے (شامی، ج03،ص 145)

اور حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ قبر کھودنے کی اجرت لینے و نہ لینے کی صورت اور اس کا حکم شرعی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اور مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اُجرت لینے میں دو صورتیں ہیں اگر یہ فعل اسی شخص پر موقوف نہ ہو اور لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کر سکتے ہیں جب تو اُن پر اجرت لینی جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اُٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا اُجرت لینی حرام ہے: **فی الهندیة عن الخلاصة رجل استاجر قوما یحملون جنازة او یغلسون میتا ان کان فی موضع لا یجد من یغسله غیر هؤلاء فلا اجر لهم وان کان ثمة اناس فلهم الاجر وحفر الحفار علی هذا وفی موضع لا اجر هم لو اخذوا الاجر لا یطیب لهم:** ہندیہ میں خلاصہ سے ہے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو جنازہ اُٹھانے یا میّت کو غسل دینے کے لئے کرایہ پر حاصل

کیا اگر تو وہ ایسی جگہ ہے جہاں ان کے علاوہ اور کوئی دوسرا غسل دینے والا نہیں اور نہ ہی جنازہ اٹھانے والا کوئی ہے تو ان کے لئے کوئی کرایہ لینا روا نہیں ہے، اور اگر وہاں دوسرے لوگ ہیں تو پھر ان کے لئے کرایہ لینا جائز ہے۔ قبر کھودنے والے کا معاملہ بھی یہی ہے اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کرایہ لینا ان کے لئے جائز نہ تھا اور انہوں نے کرایہ لے لیا تو یہ ان کے لئے اچھا کام نہیں ہے (فتاویٰ رضویہ۔ج 01،ص 458)

فتاویٰ رضویہ کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس صورت میں مزدور کے لئے قبر کھودنے کی اجرت لینا جائز ہے اس صورت میں مزدور کے ذریعہ قبر کھودوانا بھی جائز ہے

● قبر میں کچی اینٹیں اور بانس و نرکل لگانے کا حکم ●

مٹی اگر نرم ہو تو قبر میں اندر سے مٹی کے گارے سے کچی اینٹوں کی دیوار بنانا بھی جائز ہے لیکن پکی اینٹ یا لکڑی کی تختی و سیمنٹ سے قبر کی دیواریں مضبوط کرنا یا میت کے نیچے رکھنا یا پھر قبر کو ان چیزوں سے بند کرنا مکروہ ہے جبکہ قبر کو بند کرنے کے لئے بانس، نرکل اور کچی اینٹوں کا استعمال مستحب ہے چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں۔

:عن سعید بن العاص انه قال: اجعلوا علی قبری اللبن و القصب کما جعل علی قبر رسول الله ﷺ و قبر ابی بکر و قبر عمر، ولان اللبن والقصب لابد منهما لیمنعا ما یهال من التراب علی القبر من الوصول الی المیت ویکره الآجر ودفوف الخشب لما روی عن ابراهیم النخعی انه قال: کانوا یستحبون اللبن والقصب علی القبور و کانوا یکرهون الآجر، وروی ان النبی ﷺ نهیٰ ان تشبه القبور بالعُمران، والآجر و الخشب للعمران، ولان الآجر مما یستعمل للزینة ولا حاجة الیها للمیت، ولانه مما مسته النار فیکره ان یجعل علی المیت تفاؤلا کما یکره ان یتبع قبره بنار تفاؤلا: یعنی حضرت سعید بن العاص نے ہدایت کی تھی کہ میری قبر کو کچی اینٹوں اور نرکل (بانس، بید یا اس قسم کا ایک درخت) سے بند کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبر شریف کو ان

چیزوں سے بند کیا گیا تھا، نیز قبر کا ان چیزوں سے بند کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تا کہ جب اوپر سے مٹی ڈالی جائے تو یہ میت تک مٹی کو پہنچنے سے روک دیں، اور (ان کی جگہ) پکی اینٹیں اور لکڑی کی تختی وغیرہ رکھنا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام قبروں کو بند کرنے کے لئے کچی اینٹیں اور نرکل کا استعمال پسند کرتے تھے اور پکی اینٹیں رکھنا ناپسند کرتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو عمارتوں کی شکل دینے سے منع فرمایا جبکہ پکی اینٹوں اور لکڑیوں کا استعمال عمارت بنانے میں ہوتا ہے، اور یہ کہ پکی اینٹیں زینت کے لئے استعمال ہوتی ہیں جبکہ میت کو زیب و زینت کی کوئی حاجت نہیں نیز پکی اینٹوں کا استعمال اس لئے بھی مکروہ ہے کیوں کہ وہ آگ میں پکائی جاتی ہے لہٰذا بدفالی کی بنا پر انھیں قبر میں رکھنا مکروہ ہے جیسا کہ بدفالی کی وجہ سے قبر پر آگ جلانا مکروہ ہے (بدائع الصنائع۔ج02،ص354)

حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔

قبر کے اس حصہ میں کہ میّت کے جسم سے قریب ہے، پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے (بہار شریعت۔ ۴)

اسی طرح سیمنٹ کا استعمال بھی ایسی جگہ مکروہ ہے کیوں کہ وہ بھی آگ میں جلا کر بنائی جاتی ہے۔

● قبر کے اندر پکی اینٹیں یا لکڑی و تختی رکھنے کا حکم ●

قبر کی زمین اس قدر کچی ہو کہ میت کو اس میں رکھنا دشوار ہو یا میت کا کفن گیلا ہو جائے یا قبر کی مٹی اتنی نرم ہو کہ اس کی دیواریں منہدم ہو کر میت پر گر جانے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں پکی اینٹوں کا یا لکڑی کی تختیوں کا استعمال بھی درست ہے اور بہتر یہ ہے کہ جو حصہ میت کی طرف رہے اس میں کچی مٹی یا کچی اینٹیں بھی لگا دی جائے، اسی طرح برسات کے دنوں میں جن قبرستانوں میں قبر کے گڑھے میں پانی نکل آتا ہے تو میت کو اذیت سے بچانے کے لئے اس کے نیچے لکڑی کی تختی بچھا دینا جائز ہے لیکن اس کے اوپر مٹی بچھائے پھر میت کو اس پر رکھا جائے، نیز ایسی جگہوں میں میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا بھی جائز

ہے البتہ چٹائی، پلاسٹک یا دری وغیرہ بچھانا مکروہ ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

اگر پکی اینٹ میّت کے متصل یعنی اس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اسی کا نام ہے بلکہ گڑھا کچّا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں، یہاں تک کہ امامِ اجل فقیہِ مجتہد اسمٰعیل زاہدی نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا جبکہ کچّے چوکے کی تہ ہو اور اپنی قبر مبارک میں یونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میّت ممنوع مکروہ، مگر جبکہ بضرورت تری و نرمی زمین ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔ درمختار میں ہے: **یسوی المین علیہ والقصب لا الاٰجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملکو جاز حولہ بارض رخوۃ کالتابوت:** اس پر کچی اینٹیں اور بانس چُن دے، پکی اینٹیں اور لکڑی اس کے گرد نہ لگائے، اوپر ہو تو مکروہ نہیں، ابن الملک، اور نرم زمین ہو تو اس کے گرد بھی جائز ہے جیسے تابوت۔ حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے: **کرھوا الاجر و الواح الخشب وقال الامام التمرتاشی ھذا ان کان حول المیّت وان کان فوقہ لا یکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع وقال مشائخ بخارا لا یکرہ الاٰجر فی بلد تنا لمساس الحاجۃ لضعف الاراضی:** علماء نے پکی اینٹوں اور لکڑی کے تختوں کو مکروہ کہا ہے اور امام تمرتاشی نے فرمایا: یہ اس وقت ہے جب میّت کے گرد ہو، اور اگر اس کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ یہ درندے سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا، مشائخ بخارا نے فرمایا کہ ہمارے دیار میں پکی اینٹیں مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت ہے (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص422)

پھر کشف الغطا کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

اسی میں ہے: درتجنیس گفتہ رخصت دادہ است، امام اسمٰعیل زاہد کہ گرد انیدہ شوند خشت ہائے پختہ خلف خشتہائے خام بہ لحد و تحقیق وصیت کردہ بود بوے و مشائخ بخارا گفتہ اند در زمین ماخشت پختہ اگر بنہند مکروہ و نباشد از برائے نرمی زمین پس بہر جا کہ زمین

نرم باشد باک نیست بنہادن خشت پختہ ومانند آں از چوب: بتجنیس میں ہے کہ امام اسمٰعیل زاہد نے اس کی رخصت دی ہے کہ لحد میں کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں لگائی جائیں، اور اس کی وصیت بھی فرمائی تھی، مشائخ بخارا نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری زمین میں پکی اینٹ لگائیں تو مکروہ نہ ہوگا اس لیے کہ زمین نرم ہے تو جہاں بھی زمین نرم ہو، پکی اینٹ اور اسی طرح لکڑی کے تختے لگانے میں کوئی حرج نہیں (ایضاً ص 425) اور خانیہ میں ہے۔

:ویکرہ الآجر فی اللحد اذا کان یلی المیت، اما فیھا وراء ذلک لا بأس بہ: یعنی قبر کے اندر پکی اینٹیں میت سے متصل رکھنا مکروہ ہے، ہاں کسی چیز کے پیچھے رکھنے میں حرج نہیں (خانیہ علی الہندیہ۔ ج 01 ص 194)

● قبر میں میت کے نیچے چٹائی یا تختہ وغیرہ بچھانے کا حکم ●

قبر کے اندر میت کے نیچے چٹائی یا تختی وغیرہ رکھنا منع ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

:ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ، وما روی عن علی فغیر مشھور لا یؤخذ بہ، ظھیریۃ، ولا بأس باتخاذ التابوت ولو من حجر او حدید الہ عند الحاجۃ کرخاوۃ الارض، ویسن ان یفرش فیہ التراب: یعنی یہ جائز نہیں کہ قبر میں کوئی بستر بچھایا جائے اور اس بارے میں حضرت علی سے جو مروی ہے وہ غیر مشہور ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں، اور ضرورت کے وقت تابوت جو پتھر یا لوہے کا ہو رکھنے میں حرج نہیں مثلاً زمین خوب نرم ہو ہاں سنت یہ ہے کہ اس پر مٹی بچھا دی جائے (در مختار۔ ج 03 ص 139 / 140)

حضرت صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ: قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ بے سبب مال ضائع کرنا ہے۔ مسئلہ: تابوت کہ میّت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں یہ مکروہ ہے، مگر جب ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر ہے تو حرج نہیں اور اس صورت میں تابوت کے مصارف اس میں سے لیے جائیں جو میّت نے مال چھوڑا ہے۔

مسئلہ: اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور دہنے بائیں خام اینٹیں لگا دیں اور اوپر کہگل کر دیں غرض یہ کہ اندر کا حصہ مثل لحد کے ہو جائے اور لوہے کا تابوت مکروہ ہے اور قبر کی زمین نم ہو تو دھول بچھا دینا سنت ہے۔ مسئلہ: قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے، تختوں کے درمیان جھری رہ گئی تو اُسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کر دیں، صندوق کا بھی یہی حکم ہے (بہار شریعت۔ ۴)

● قبر کے اندر کوئی دنیاوی سامان راحت رکھنے کا حکم ●

قبر میں میت کے ساتھ کوئی بھی غیر ضروری چیز رکھنا جائز نہیں ہے چہ جائے کہ دنیاوی سامان راحت رکھا جائے بلکہ ایسا کرنا بدعت سیئہ کہلائے گی کیوں کہ شرع مطہرہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں موجود نہیں نیز میت کے لیے اس میں مطلقاً کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسی صورت میں مال مفید کا ضیاع لازم آئے گا جو شرعاً ممنوع ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

:قال فی الحلیۃ ویکرہ ان یوضع تحت المیت فی القبر مضربۃ او مخدۃ او حصیر او نحو ذالک، اھ، ولعل وجھہ اتلاف مال بلا ضرورۃ، فالکراھۃ تحریمۃ ولذا عبر بلا یجوز: یعنی حلیہ میں ہے کہ قبر میں میت کے نیچے گدا، تکیہ، چٹائی وغیرہ رکھنا مکروہ ہے کہ بلا ضرورت مال ضائع کرنا ہے لہٰذا یہ کراہت تحریمی کے ساتھ ناجائز ہے (شامی۔ ج 03 ص 139)

اس سے معلوم ہوا کہ جب میت کو لٹانے کے لیے گدا تکیہ وغیرہ رکھنا جائز نہیں تو دیگر چیزیں مثلاً اے سی، کولر، پنکھا، بلب وغیرہ رکھنا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

● دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم ●

دفن کے بعد قبر کے اوپر کی سوکھی و بھربھری مٹی کو اڑنے سے محفوظ رکھنے کے لیے یا درست طریقے سے برابر کرنے کے لئے قبر پر ہلکے انداز میں پانی چھڑکنے میں کوئی حرج

نہیں ہے، جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

:ولا باس برش الماء علیہ: یعنی قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں (ہندیہ۔ج01،ص182)

علامہ کاسانی لکھتے ہیں۔

:ولا بأس برش الماء علی القبر لانہ تسویۃ لہ: یعنی قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ اس سے مٹی برابر ہوجاتی ہے (بدائع الصنائع۔ج02،ص359)

اسی طرح درمختار میں ہے۔

:ولا باس برش الماء علیہ حفظا لترابہ عن الاندراس: یعنی قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مٹی کو محفوظ رکھنا مقصود ہو۔

اور اس کے حاشیہ شامی میں ہے۔

:ولا باس برش الماء علیہ، بل ینبغی ان یندب لانہ ﷺ فعلہ بقبر سعد کما رواہ ابن ماجہ، وبقبر ولدہ ابراھیم کما رواہ ابو داؤد فی مراسیلہ، وامر بہ فی قبر عثمان بن مظعون کما رواہ البزار، فانتفی ما عن ابی یوسف من کراھتہ: یعنی قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ عمل کرنا مستحب ہونا چاہیے کیوں کہ حضور پاک ﷺ نے حضرت سعد کی قبر پر پانی کا چھڑکاو فرمایا تھا جیسا کہ ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور اپنے فرزند گرامی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے ساتھ بھی ایسا کیا تھا جیسا کہ ابو داوٗد نے اپنے مراسل میں اس کو ذکر کیا ہے نیز حضور پاک ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر بھی پانی چھڑکنے کا حکم فرمایا تھا جیسا کہ بزار نے روایت کی ہے لہٰذا امام ابو یوسف نے جو مکروہ قرار دیا ہے وہ ختم ہوگیا (شامی، ج03،ص143)

اور سرکار سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ دفن کے بعد ضرورتاً قبر پر پانی چھڑکنے کو مسنون قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے اور اگر مرورِ زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی ہو اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہوجانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے: **بہ علل فی الدر وغیرہ ان لا یذھب الاثر فیمتھن:** (درمختار وغیرہ میں یہ علّت بیان فرمائی ہے کہ نشانی مٹ جانے کے سبب بے حرمتی نہ ہو) اس کے لئے کوئی دن معین نہیں ہوسکتا ہے جب حاجت ہو اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل و بے معنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص373)

● قبر کے اندر یا باہر گلاب جل یا عطر وغیرہ چھڑکنے کا حکم ●

گلاب جل یا عطر و خوشبو وغیرہ میت پر کفن پہناتے وقت چھڑکنے میں حرج نہیں کہ اس سے خوشبو مطلوب ہوتی ہے اسی طرح وقت دفن بھی اس کی اجازت ہے لیکن قبر کے اوپر خوشبو یا گلاب جل چھڑکنا بے فائدہ ہے اس لیے اس سے بچنا چاہئے چنانچہ علامہ طحطاوی لکھتے ہیں۔

:وذکر ابن الحاج فی المدخل انہ ینبغی ان یجتنب ما احدثہ بعضھم من انھم یاتون بماء الورد فیجعلونہ علی المیت فی قبرہ فان ذالک لم یرو عن السلف رضی اللہ عنھم فھو بدعۃ، قال ویکفیہ من الطیب ما عمل لہ وھو فی البیت فنحن متبعون لا مبتدعون فحیث وقف سلفنا وقفنا: یعنی امام ابن الحاج مدخل میں لکھتے ہیں کہ ان باتوں سے بچنا ہی مناسب ہے جن کو بعض لوگوں نے گڑھ لیا ہے جیسے قبر میں مردے پر گلاب جل چھڑکنا، اس لیے کہ یہ اسلاف سے منقول نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور فرمایا کہ میت کو گھر ہی میں خوشبو لگانا کافی ہے تو ہم متبع سلف ہیں بدعتی نہیں ہیں لہٰذا جہاں ہمارے اسلاف توقف کرتے ہیں ہم بھی کریں گے (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح۔ص608)

اور سرکار سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

قبر میں گلاب وقت دفن کے چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وھو تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص613)

● میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کو کھولنے کا حکم ●

تدفین کے بعد کسی بھی مسلمان کی قبر کو بلا وجہ شرعی کھولنا جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے۔

:واهيل عليه التراب فانة لاينبش، قال فى البدائع لان النبش حرام حقا لله تعالىٰ: یعنی میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کو کھولنا جائز نہیں ہے جیسا کہ صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قبر کا کھولنا حرام ہے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے (البحر الرائق۔ج 02،ص 341)

اب رہی بات کہ اگر قبر میں کوئی چیز مثلاً کدال وغیرہ چھوٹ جائے یا کوئی اور سامان گر جائے اور دفن کرنے کے بعد یاد آئے تو اسے نکالنے کے لئے قبر کو کھولنے کی شرعاً اجازت ہوگی یا نہیں؟ تو فقہاء کرام نے بعض صورتوں میں اس کی اجازت دی ہے مثلاً کسی کی ذاتی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کر دیا ہو یا وہ زمین شفعہ کے ساتھ حاصل کی گئی ہو یا کفن کا کپڑا غصب کا ہو یا کوئی ایسی چیز قبر میں رہ گئی ہو جس کی قیمت کم از کم ایک درہم ہو یا میت کے ساتھ کوئی مال دفن ہو گیا ہو تو ان صورتوں میں قبر کو کھولنے کی اجازت ہوگی، درمختار مع رد المحتار میں ہے۔

:الا لحق آدمى كأن تكون الارض مغصوبة، و كما اذا سقط فى القبر متاع او كفن بثوب مغصوب او دفن معه مال، قالوا ولو كان المال درهما ـ بحر: یعنی اگر میت کے ساتھ کسی آدمی کا کوئی ایسا حق وابستہ ہو جس کی تلافی قبر کو کھولے بغیر ممکن نہ ہو مثلاً قبر میں کوئی سامان گر گیا یا میت مغصوبہ کپڑے کا کفن دیا یا اس کے ساتھ مال دفن ہو گیا اگر چہ اس کی قیمت ایک ہی درہم ہو تو ان صورتوں میں قبر کو کھولنا جائز و درست ہے (شامی۔ج 03،ص 145)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

:وان وقع فى القبر متاع فعلم بذالك بعد ما اهالوا عليه التراب ينبش كذا فى فتاوىٰ قاضى خان، قالوا ولو كان المال

درهما كذا فى البحر الرائق: یعنی قبر میں کوئی سامان گر گیا جس کا علم دفن کرنے کے بعد ہوا اگر چہ اس کی مالیت ایک ہی درم کی ہو اس کے نکالنے کے لئے قبر کو کھولنا جائز ہے (فتاویٰ عالمگیری۔ج 01،ص 183)

شیخ عبد الرحمٰن الجزیری مذاہب اربعہ کی روشنی میں نبش قبر کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

:يحرم نبش القبر مادام يظن بقاء شئى من عظام الميت فيه، ويستثنىٰ من ذالك الامور، منها ان يكون الميت قد كفن بمغصوب و ابى صاحبه ان يأخذ القيمة، منها ان يكون قد دفن ارض مغصوبة ولم يرض مالكها ببقائه، و منها ان يدفن معه مال بقصد او بغير قصد سواء كان هٰذا المال له او غيره، وسواء كان كثيراً او قليلاً ولو درهماً، سواء تغير الميت او لا، وهٰذا متفق عليه، الا عند المالكيه: یعنی جب تک میت کی کوئی ہڈی یا کوئی جزء باقی ہے اس کی قبر کھولنا حرام ہے البتہ چند صورتوں میں کھولنے کی اجازت ہے، جیسا کہ میت کو غصب کی ہوئی زمین میں دفن کیا جائے اور زمین کا مالک قیمت لینے سے انکار کر دے یا جس زمین میں زبردستی میت کو دفنایا گیا ہے اس کا مالک وہاں دفن کرنے پر راضی نہ ہو، یا جان بوجھ کر یا بغیر قصد کے میت کے ساتھ کچھ مال دفن ہو گیا چاہے وہ میت کا ہو یا کسی دوسرے کا، مال کم ہو یا زیادہ اگر چہ اس کی قیمت ایک درہم ہی کیوں نہ ہو، ان تمام صورتوں میں قبر کھولنے کی اجازت ہے چاہے لاش سلامت ہو یا خراب ہو گئی ہو اس پر مالکی حضرات کو چھوڑ کر سب کا اتفاق ہے (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ۔ج 01،ص 488)

لہٰذا قبر کے اندر کدال، بسولہ، کپڑا وغیرہ یا کوئی ایسی چیز جس کی قیمت ایک درہم تک پہنچتی ہو اگر بھول کر چھوٹ جائے اور تدفین کے بعد یاد آئے تو قبر کھود کر نکالنا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ کسی معمولی چیز کے لیے قبر نہ کھولی جائے کہ معلوم نہیں صاحب قبر کس حال میں ہے اور لوگ کیا سمجھ بیٹھیں۔

● قبر کو پلاسٹک سے ڈھانپنے یا بانس وغیرہ سے گھیرنے کا حکم ●

بعض جگہوں میں لوگ قبر کو اوپر سے پلاسٹک سے ڈھانپ دیتے ہیں یہ مکروہ ہے ہاں اگر کثرت بارش کی وجہ سے قبر کی مٹی بہہ جانے کا خطرہ ہو تو اس میں حرج نہیں، یوں ہی بانس یا لکڑی سے قبر کو اوپر سے بند کر دینا یا اس پر بانس ولکڑی وغیرہ کا چھپر بنا دینا یا قبر کو گھیر دینا اگر زینت کے لئے ہو تو ناجائز ہے کہ قبروں کی تزئین شریعت میں منع ہے جیسا کہ اسی غرض سے قبر کو چونا وغیرہ سے رنگ دینے کو ناجائز کہا گیا ہے۔ درمختار مع رد المحتار میں ہے۔

:ولا یجصص ای لا یطلی بالجص للنهی عنه ولا یطین ولا یرفع علیه بناء ای یحرم لو للزینة: یعنی قبر پر چونا نہ کیا جائے کیوں کہ اس سے منع کیا گیا ہے اور نہ مٹی سے لیپا جائے، نہ اس پر عمارت بنائی جائے کیوں کہ یہ زینت کے طور پر حرام ہے (شامی۔ج 03،ص 144)

نیز اسی میں ہے کہ قبروں کو کسی چیز سے ڈھانپ دینا مکروہ (تحریمی) ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

:تکرہ الستور علی القبور: یعنی قبروں کو ڈھانپ دینا مکروہ ہے (ایضاً)

● قبروں پر گنبد یا عمارت بنانے کا حکم ●

عام مسلمانوں کی قبروں کو پختہ کرنا یا ان پر گنبد وعمارت بنانا ممنوع وناجائز ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

:نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر چونا کرنے، ان پر بیٹھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے (صحیح المسلم کتاب الجنائز)

البتہ علماء دین ومشائخ کرام کی قبروں پر ان کی تعظیم واجلال اور زائرین کی راحت وآرام کے لئے گنبد یا مسقف (چھت والی) عمارت بنانا جائز ہے چنانچہ محقق العلام حضرت ملا علی قاری حنفی صاحب مرقات علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

:وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورین

لیزورهم الناس ویستریحوا بالجلوس فیه: سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ج ۴،ص ۱۵۶)

مفسر شہیر حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں۔

:ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمی سنة فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز اذا کان القصد بزال التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضا للاولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن، ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم ومحبة فیهم جائز ایضا لا ینبغی النهی عنه: بے شک بدعت حسنہ جو مقصود شرعی کے موافق ہو تو اسے سنت کا ہی نام دیا جاتا ہے لہٰذا علماء، اولیاء وصلحاء کے قبروں پر گنبد بنانا یا پردہ لگانا یا عمامہ وکپڑا رکھنا ایک جائز کام ہے کیوں کہ مقصود لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت پیدا کرنا ہے تاکہ وہ قبر والے کی تحقیر نہ کر بیٹھیں اسی طرح اولیاء وصالحین کے مزارات میں فانوس لٹکانا جو تعظیم واجلال کی وجہ سے ہو تو یہ بھی مقصد حسن کے تحت ہی آتا ہے یوں ہی ان کے مزارات پر تیل پیش کرنے یا چراغ روشن کرنے کی نذر ماننا جبکہ ان کی تعظیم ومحبت کے ارادے سے ہو تو جائز ہے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں (تفسیر روح البیان، تحت آیت انما یعمر مساجد اللہ، سورہ توبہ)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

:وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات، قلت لکن هذا فی غیر المقابر المسبلة کما لا یخفی: یعنی میت اگر علماء، مشائخ وسادات کرام سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانے دینا جائز ہے جبکہ فی سبیل اللہ چھوڑے ہوئے قبرستان میں نہ ہو (شامی۔ج 03،ص 144)

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ائمہ دین نے مزاراتِ حضرات علماء ومشائخ قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین ومستفیدین راحت پائیں عمارت بنانا جائز رکھا، اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے تو جہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود (فتاویٰ رضویہ۔ج04،ص414)

اسی میں بحوالہ نورالایمان فرمایا۔

قدنقل الشیخ الدھلوی فی مدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی علی قبر المشایخ والعلماء المشھورین قبۃ لیحصل الاستراحۃ الزائرین ویجلسون فی ظلھا وھکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزہ اسمٰعیل الزاھدی الذی من مشاھیر الفقھاء: شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ومباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں، اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے (ایضا)

حضرت صدرالشریعہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ: علما وسادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے۔ یعنی اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر خام ہو، اوپر سے پختہ تو حرج نہیں (بہارشریعت۔حصہ چہارم)

● قبروں پر پھول یا درخت کی کچی ٹہنیاں رکھنے کا حکم ●

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ: (بنی اسرائیل۔آیت ۴۴) اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی (تعریف کرتی) ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے (ترجمہ کنزالایمان)

اور بخاری شریف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک کو چغل خوری کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے، پھر حضور پاک ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اسے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ دونوں کی قبروں پر گاڑ دیا، یہ دیکھ کر اصحاب کرام نے عرض کہ حضور ﷺ نے ایسا کیوں کیا تو حضور سید عالم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّہٗ یُخَفَّفُ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا: یعنی امید ہے کہ ان کے عذاب میں کمی کر دی جائے جب تک کہ شاخ کے یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہو جائے (بخاری، کتاب الادب، باب النمیمۃ من الکبائر)

چنانچہ علمائے فحول نے اس حدیث کی بنا پر قبور مسلمین پر پھول یا تر شاخیں رکھنے کو جائز بلکہ سنت قرار دیا ہے جیسا کہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

بل ھٰذَا الْحَدِیْثُ أَصْلٌ أَصِیْلٌ لَہٗ، وَمِنْ ثَمَّ أَفْتٰی بَعْضُ الْأَئِمَّۃِ مِنْ مُتَأَخِّرِی أَصْحَابِنَا بِأَنَّ مَا اعْتِیْدَ مِنْ وَضْعِ الرَّیْحَانِ وَالْجَرِیْدِ سُنَّۃٌ لِھٰذَا الْحَدِیْثِ اھ: یعنی یہ حدیث قبر پر پھول یا کچی شاخ رکھنے کے جواز کی اصل ہے اور اصل کے پیش نظر ہمارے بعض متاخرین ائمہ نے فتویٰ دیا کہ اس زمانے میں قبر پر پھول یا کچی ٹہنی رکھنے کی لوگوں میں عادت جاری ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت قرار پاتی ہے (مرقات المفاتیح۔ج01،ص376)

اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

أقول: ودلیلہ ما ورد فی الحدیث من وضعہ علیہ الصلاۃ والسلام الجریدۃ الخضراء بعد شقھا نصفین علی القبرین اللذین یعذبان، وتعلیلہ بالتخفیف عنھما ما لم ییبسا، أی یخفف عنھما ببرکۃ

تسبیحهما؛إذ هو أکمل من تسبیح الیابس لما فی الأخضر من نوع حیاة وعلیه فکراهة قطع ذلك، وإن نبت بنفسه ولم یملك لأن فیه تفویت حق المیت ویؤخذ من ذلك ومن الحدیث ندب وضع ذلك للاتباع ویقاس علیه ما اعتید فی زماننا من وضع أغصان الآس ونحوه، وصرح بذلك أیضا جماعة من الشافعیة: یعنی میں کہتا ہوں کہ اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور پاک ﷺ نے کھجور کی سبز ٹہنی کو دو حصوں میں بانٹ کر ان دو قبر والوں کی قبروں پر رکھی تھی جن کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت یہ بیان فرمائی تھی کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کی تسبیح کی برکت سے ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی اس لئے کہ خشک ٹہنی کی تسبیح سے تر ٹہنی میں ایک طرح کی حیات موجود ہوتی ہے اسی لئے تو (قبروں کے اوپر یا قبرستان سے کچی گھاس یا کچے پودوں کو) کاٹنا مکروہ ہے اگر وہ بخود اُگ آئے ہوں اور ان کا کوئی مالک نہ ہو کیوں کہ اس میں حق میت کو ختم کرنا پایا جاتا ہے، چنانچہ ہمارے زمانے میں جو قبروں پر آس وغیرہ کی ٹہنیاں رکھی جاتی ہیں اس حدیث پر قیاس کرتے ہوئے مستحب ومندوب شمار ہوتی ہیں (شامی۔ج03،ص155)

اور ہندیہ میں ہے۔

:وضع الورود والریاحین علی القبور حسن وإن تصدق بقیمة الورد کان أحسن کذا فی الغرائب: یعنی قبروں پر گلاب یا دوسرے پھول رکھنا عند الشرع اچھا ہے لیکن اگر اس کی قیمت کو میت کی طرف صدقہ کر دیا جائے تو یہ زیادہ اچھا ہے (فتاویٰ عالمگیری۔ج05،ص431)

لہٰذا مرحومین کی قبروں پر تازہ پھول یا گلاب یا درخت کی چھوٹی چھوٹی کچی ٹہنیاں رکھنے میں حرج نہیں جبکہ قبروں کی زیب وزینت مقصود نہ ہو بلکہ نیت یہ ہو کہ ان کے ذکر وتسبیح سے میت کو انسیت پہنچے گی۔

● قبرستان کے اقسام ●

قبرستان دو طرح کا ہوتا ہے ① ذاتی (Personal) ذاتی اس قبرستان کو کہتے ہیں جو قبر والوں کی ملکیت یعنی ان کی اپنی زمین ہو اور دوسروں کو دفن کرنے کے لئے وقف نہ ہو۔ **،،ذاتی قبرستان کا حکم،،** یہ ہے کہ اس میں اگر قبر بن چکی ہے تو اس کی بیع وشراء جائز نہیں اور مالکوں یا ورثہ کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا اس میں اپنی میت کو دفن نہیں کر سکتا اسی طرح وہاں کوئی ایسا کام کرنا بھی ممنوع ہے جو ایذائے میت کا سبب ہو، فتاویٰ رضویہ میں ہے

جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کئے ہوں مگر اس کام کے لئے وقف نہ کیا ہو کہ وہ بھی موضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کر سکتا ہے کہ اس میں توہین اموات مسلمین ہے اور ان کی توہین حرام ہے (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص109)

کسی کے ذاتی قبرستان میں اگر مالک کی اجازت کے بغیر کسی نے مردہ دفن کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ میت نکلوا کر اس جگہ کو اپنے کسی اور مصرف میں استعمال کرے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

:ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمی کأن تکون الارض مغصوبة او اخذت بشفعة، ویخیر المالك بین اخراجه ومساواته بالارض کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار ترابا: یعنی میت کو قبر سے نہیں نکالا جائے گا قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد مگر جب کسی دوسرے آدمی کا حق ہو بایں طور کہ زمین غصب کی ہوئی ہو یا اس میں حق شفعہ ثابت ہو، اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے تو میت کو باہر نکال دے اور زمین کو برابر کر دے جیسا کہ اس کے لئے جائز ہے کہ اس پر کھیتی کرے یا گھر بنائے جبکہ قبر پرانی ہو کر بالکل مٹی میں مل گئی ہو (درمختار۔ج03،ص145)

حضور اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اس کی اجازت کے کسی نے وہاں مردہ دفن کر دیا ہو اور اس نے اسے جائز نہ رکھا تو اسے اس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کر لینے اور کھیتی وعمارت ہر شے کا اختیار ہے (ایضاً،ص468)

حضرت صدرالشریعہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ : دوسرے کی زمین میں بلا اجازتِ مالک دفن کر دیا تو مالک کو اختیار ہے خواہ اولیائے میّت سے کہے اپنا مردہ نکال لو یا زمین برابر کر کے اس میں کھیتی کرے۔ یوہیں اگر وہ زمین شفعہ میں لے لی گئی یا غصب کیے ہوئے کپڑے کا کفن دیا تو مالک مردہ کو نکلوا سکتا ہے (بہارشریعت۔حصہ چہارم)

② **عوامی (public) یعنی وقفی** : جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو بلکہ عامۃ المسلمین کی تدفین کے لئے وقف ہو۔ چونکہ ہمارے دیار و امصار میں آج کل زیادہ تر وقفی و عوامی قبرستان ہی میں مسلمان اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہیں جو پہلے گاؤں، شہر سے کافی باہر ہوا کرتے تھے لیکن اب آبادی بڑھنے کی وجہ سے زیادہ تر قبرستان پارک، سڑک، دکان اور رہائشی مکانات سے گھر گئے ہیں جس کی وجہ سے مسلم قبرستانوں کی حرمت پامال ہو کر رہ گئی ہے بلکہ وجود تک خطرے میں آگیا ہے اس لئے یہاں چند ایسے مسائل ذکر کئے جارہے ہیں جن کے تعلق سے اکثر بیشتر سوال ہوتا رہتا ہے تاکہ اس بہانے سے تحفظ مقابر مسلمین کا ایک پیغام اپنے لوگوں تک پہنچایا جاسکے لہٰذا یہاں سے جن مسائل کا بیان ہونے جارہا ہے ان کا تعلق عموماً عوامی قبرستانوں سے ہی ہوگا۔

● قبرستان کو کچی یا پکی چاردیواری سے گھیرنے کا حکم ●

قبرستان کی حفاظت کے لئے چاروں طرف سے جس قدر اونچائی کی ضرورت ہو، اینٹ، پتھر و سیمنٹ کی دیوار بنا دینا یا بانس و لکڑی وغیرہ سے گھیر دینا تاکہ قبریں ٹوٹ پھوٹ وگندگی سے محفوظ رہیں یا اس میں جانور جیسے گائے بیل بھینس و کتے خنزیر وغیرہ نہ جاسکے، جائز و درست ہے بلکہ دورِ حاضر میں خاص طور پر ہمارے ملک میں مستحسن و محمود ہے کیوں کہ اغیار مسلم قبرستانوں پر بری نیت سے نظر جمائے ہوئے ہیں اور کوئی رکاوٹ نہ ہو تو حیلے بہانے سے قبضہ جما لیتے ہیں، مگر دیوار بنانے میں اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی قبر پر اس کی بنیاد نہ رکھی جائے بلکہ قبر سے ہٹ کر بنائی جائے۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔

:قال فی الشرح وقد اعتاد أهل مصر وضع الأحجار حفظا للقبور

عن الإندارس والنبش ولا بأس به: یعنی اہل مصر حفاظت کے لئے قبروں کے پاس پتھر وغیرہ رکھ دیا کرتے ہیں تاکہ قبریں ٹوٹنے اور کھلنے سے محفوظ رہیں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں (الطحطاوی علی مراقی الفلاح۔ص 611)

سرکار سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

,,حفاظت کے لیے حصار بنانے میں حرج نہیں،، (فتاویٰ رضویہ۔ج 09،ص 413)

بعض لوگ عام قبرستانوں میں اپنے مرحومین کی قبروں کو چاروں جانب سے بانس وغیرہ سے گھیر دیتے ہیں تو اگر یہ حفاظت کی غرض سے ہو تو اس میں حرج نہیں اور اگر تدفین کے بعد بچی ہوئی لکڑیاں یا بانس وغیرہ کو گھر لانا یا کسی دوسرے کام میں لگانا برا سمجھتے ہیں اس لئے ان سے قبروں کو گھیر دیتے ہیں تو ظاہر ہے یہ بلا ضرورت ہے جو کراہت سے خالی نہیں۔

● قبرستان کے گڈھوں کو مٹی سے بھرنے کا حکم ●

قبرستان میں اگر گڈھے بن جائیں اور اس میں پانی رکا رہے جس کی وجہ سے وہاں تدفین اموات میں یا زائرین کے آنے جانے میں دشواری پیش آئے تو ان گڈھوں میں مٹی ڈال کر زمین کو ہموار کر دینا جائز و درست ہے اسی طرح ناقابل استعمال حصۂ قبرستان کو مٹی وغیرہ ڈال کر قابل استعمال بنانا بھی جائز بلکہ پسندیدہ ہے کما فی الہندیہ۔

:واذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها، كذا فی التاتارخانية، وهو الاصح وعليه الفتوىٰ، كذا فی جواهر الاخلاطی: یعنی اگر قبرستان خراب ہو جائے تو اسے مٹی ڈال کر درست کر دینا جائز ہے (عالمگیری۔ج 01،ص 166)

● قبرستان کی زمین پر قبضہ کرنے کا حکم ●

قبرستان جب عامۃ المسلمین کے لئے وقف ہو چکا تو اب اس میں کوئی فرد خاص تدفین میت کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرسکتا لہٰذا کسی کو ہرگز یہ اجازت نہیں کہ قبرستان کی ایک انچ زمین پر قبضہ کرے، اور اگر کوئی کرتا ہے تو سخت ظالم و گنہگار ہوگا، اور دوسرے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ قبرستان کو ناجائز قبضہ سے چھڑائیں، حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

:من أخذ من الأرض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين: یعنی جو شخص کسی کی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی ناجائز طریقہ پر لے گا تو وہ قیامت کے دن سات طبق زمین تک دھنسایا جائے گا (بخاری۔ج 01،ص 332)

علامہ شامی لکھتے ہیں۔

(قوله: لا يملك) أي لا يكون مملوكا لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه، ولا يعار، ولا يرهن لاقتضائهما الملك: یعنی وقف واقف کا مملوک نہیں ہوگا نہ وہ کسی دوسرے کی تملیک کو قبول کرے گا بیع وغیرہ کے ذریعہ کیوں کہ اس چیز کا مالک بنانا محال ہے جو اس کی ملکیت سے خارج ہو چکی ہو، اسی طرح نہ اس کو عاریتاً کسی کو دیا جاسکتا ہے اور نہ رہن رکھا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ دونوں ملکیت کا تقاضا کرتے ہیں (شامی۔ج 06،ص 539)

اور ہندیہ میں ہے۔

:ولا يباع ولا يوهاب ولا يورث كذا في الهداية: یعنی موقوفہ چیز کو نہ تو بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہوسکتی ہے (عالمگیری۔ج 02،ص 350)

حضرت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں۔

:وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لأحد أن يملكها: یعنی جو قبرستان مسلمان مُردوں کے دفن کے لئے وقف ہے اس کا مالک بننا (اس پر قبضہ کرنا) کسی کے لئے جائز نہیں (عمدۃ القاری۔ج 06،ص 473)

یہ تمام جزئیات افادہ کرتے ہیں کہ وقفی قبرستان کے کسی بھی حصہ پر قبضہ جمانا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔

● قبرستان میں بیٹھنے، چلنے، سونے اور گندگی کرنے کا حکم ●

قبرستان میں اگر خالی جگہ ہو تو وہاں بیٹھ کر تلاوت و دعا کرنا یا ضرورت ہو تو اس میں چلنا جائز ہے لیکن خاص قبروں پر بیٹھنا، سونا، چلنا جائز نہیں ہاں قبرستان میں بنے ہوئے پرانے راستوں پر چلنا جائز ہے لیکن پیشاب پاخانہ کرنا، گندگی ڈالنا ناجائز ہے۔ چنانچہ قبروں پر چلنے کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے۔

:لان امشي على جمرة او سيف احب الي من ان امشي على القبر: یعنی مجھے انگارے یا تلوار پر چلنا زیادہ پسندیدہ ہے قبر پر چلنے سے (ابن ماجہ۔ج 01،ص 499)

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی ﷺ نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ! صاحبِ قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ تجھے ایذا دے: اخرج الطحاوي في معاني الاثار والطبراني في المعجم الكبير بسند حسن والحاكم وابن مندة عن عمارة بن حزم رضي الله تعالى عليه رأى رسول الله ﷺ جالساً على قبر فقال يا صاحب القبر انزل من على القبر لا تؤذ صاحب القبر ولا يؤذيك، ولفظ الامام الحنفي فلا يؤذيك: طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول ﷺ نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا يؤذيك (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے (فتاویٰ رضویہ۔ج 09،ص 445)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

:قال في الفتح، ويكره الجلوس على القبر والوطء عليه، وحينئذ فما يصنعه من دفنت حول اقاربه خلق من وطء تلك القبور الى ان يصل الى قبر قريبه مكروه، ويكره النوم عند القبر، وقضاء الحاجة، بل اولى، وكل ما لم يعهد من السنة، والمعهود منها ليس الا

زیارتها والدعا عندها قائما ،قلت: وفی الاحکام عن الخلاصة وغیرها ،لو وجد طریقا ان وقع فی قلبه انه محدث لا یمشی علیه والا فلا باس به ،وفی خزانة الفتاوی وعن ابی حنیفة ،لا یوطأ القبر الا لضرورة ویزار من بعید ولا یقعد ،وان فعل یکره ،وقال بعضهم: لا بأس بان یطأ القبور وهو یقرأ أو یسبح أو یدعو لهم: یعنی قبر پر بیٹھنا اور اسے روندنا مکروہ ہے، اس وقت جب اس کے قریبی لوگوں کے پاس دفن کیا جائے اور لوگ اپنے قریبی کی قبروں تک پہنچنے کے لئے ان قبروں کو پامال کرے تو یہ مکروہ ہے، اسی طرح قبر کے پاس سونا اور اس پر گندگی کرنا بھی مکروہ ہے بلکہ یہ کام دوسرے مکروہات سے زیادہ مکروہ ہے، غرض کہ ہر وہ کام جس کا سنت سے تعلق نہ ہو وہ مکروہ ہے اور سنت سے متعلق تو زیارت قبور اور ان کے قریب کھڑے ہو کر دعا کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں، الاحکا میں خلاصہ وغیرہ سے مروی ہے اگر چلنے والے کو کوئی راستہ مل جائے اور اس کو لگے کہ یہ راستہ نیا ہے تو اس پر نہ چلے ورنہ (راستہ اگر پرانا ہے) تو اس پر چلنے میں حرج نہیں اور خزانۃ الفتاویٰ میں امام اعظم سے منقول ہے کہ قبروں پر بلا ضرورت نہ چلا جائے اور دور سے زیارت کر لے بیٹھے نہیں اور اگر ایسا کرے تو مکروہ ہے اور بعض فقہاء سے مروی ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے یا تسبیح و دعا پڑھتے ہوئے قبروں پر چلنے میں حرج نہیں (رد المحتار۔ج03،ص154)

سرکار سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ لکھتے ہیں۔

قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں، یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہو اس میں چلنا حرام ہے اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہو گئیں اور اسے ان قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ممکن نہ ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص481)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ: قبر پر بیٹھنا، سونا، چلنا، پاخانہ، پیشاب کرنا حرام ہے۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے، خواہ نیا ہونا اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو (بہار شریعت۔حصہ چہارم)

● قبرستان میں راستہ، مکان یا دُکان بنانے کا حکم ●

قبروں پر راستہ بنانا اور اس پر چلنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اوپر ابھی مذکور ہوا، البتہ قبرستان میں جانے کے لئے اگر قبروں سے خالی زمین پر عارضی راستہ بنا دیا جائے تو حرج نہیں تاکہ لوگ اپنے مرحومین کی قبروں تک پہنچ سکیں لیکن عوامی قبرستان میں لوگوں کے گزرنے کے لئے مستقل راستہ بنا دینا جو مصالح قبرستان سے خالی ہو، جائز نہیں ہے اسی طرح قبرستان کی زمین پر دکان و مکان بنانا بھی حرام ہے اگرچہ وہاں قبریں نہ ہوں کیوں کہ جو زمین جس کام کے لئے وقف ہے اس کو اسی کام میں استعمال کرنا ضروری ہے لہٰذا وقفی قبرستان سے خلاف وقف کوئی نفع اٹھانا کسی کے لئے بھی جائز نہیں جیسا کہ صاحب بحر نے فرمایا۔

:ولا یجوز لاهل القریة الانتفاع بالمقبرة الداثرة: یعنی قبرستان سے نفع اٹھانا جائز نہیں (البحر الرائق۔ج05،ص275)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

:لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا: یعنی وقف کو اس کی اصل ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہٰذا موقوفہ زمین میں گھر، حمام، رباط یا دکان وغیرہ بنانا جائز نہیں (عالمگیری۔ج02،ص347)

عالمگیری میں ہے۔

:لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا: وقف کی ہیئت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں، لہٰذا مکان کو باغ، سرائے کو حمام اور اصطبل کو دکان نہیں بنایا جائے (عالمگیری۔ج02،ص347)

● قبرستان میں مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم ●

خاص قبور مسلمین کو مٹا کر اس پر مسجد بنانا یا نماز پڑھنا حرام ہے چاہے وقفی قبرستان میں ہو یا ذاتی قبرستان میں کیوں کہ اس میں ایذائے اموات مسلمین ہے جس سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

: مَنْ اٰذی مسلمًا فقد اٰذانی، ومَنْ اٰذانی فقد آذی اللہ: یعنی جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی تحقیق کہ اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی تو یقیناً اس نے اللہ کو غضب ناک کیا (معجم الاوسط للطبرانی)

امام اہلسنت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

قبروں پر نماز حرام ہے اور ان کی طرف نماز حرام ہے، قبر اوپر کے نشان کا نام نہیں کہ اس کے مٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اس جگہ کا نام ہے جہاں میّت دفن ہے (فتاویٰ رضویہ۔ج08،ص113)

اسی میں ہے۔

وقف کی تبدیل جائز نہیں، جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لئے کر دینا روا نہیں، جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں (ایضا۔ج09،ص458)

اور عام قبرستان میں بھی مسجد بنانا حرام ہے چنانچہ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ لکھتے ہیں،

قبرستان عامہ مسلمین کے خاص موضع قبور پر مٹی ڈال کر چبوترہ بنایا اور اس پر عمارت قائم کر کے اسے مسجد ٹھہرایا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے، نہ وہ مسجد ہو سکتی ہے: **فان الوقف لایملک فلا یوقف مرۃ اخری علی جھۃ اخری:** (کیونکہ وقف کسی کی ملکیت نہیں رہتا لہٰذا دوبارہ کسی دوسرے پر وقف نہیں کیا جا سکتا) نہ اس میں نماز مباح: **لان القبر لایخرج عن القبریۃ باضافۃ تراب علیہ فھی صلوٰۃ علی القبر ثم ھو تصرف فی الوقف بما لیس لہ و تغییر لہ عما قد کان لہ فلا یجوز:** (کیونکہ قبر پر مٹی زیادہ ڈالنے سے قبر، قبریت سے خارج نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ نماز قبر پر ہوگی پھر یہ وقف میں ایسا تصرف و تبدیلی ہے جو اس کے لئے جائز نہیں (ایضا،ص124)

ہاں اگر مسجد حدود قبرستان سے خارج ہے اور اس کی توسیع کے جگہ کی ضرورت ہے تو ذاتی قبرستان میں درج ذیل صورت اپنائی جا سکتی ہے۔

بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر نیچی ہو رہنے دیں اور اس کے گرد اگرد ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤ گز یا زیادہ اونچی ہو، ان دیواروں پر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں چن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے۔ اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے، اب اس کی چھت پر اور اسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں، مسلک متقسط میں ہے: **ان کان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرہ الصلوٰۃ:** اگر قبر اور جائے نماز کے درمیان پردہ ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔ خلاصہ و ذخیرہ وغیرہما میں ہے: **ھذا اذا لم یکن بین المصلی وھذہ المواضع حائل کالحائط وان کان حائطاً لا تکرہ:** یہ اس وقت ہے جب جائے نماز اور ان مقامات کے درمیان پردہ مثلاً دیوار وغیرہ حائل نہ ہو، اور اگر دیوار ہے تو کراہت نہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً دیوار جانب قبلہ میں بھی باریک جالیاں رکھیں، اس سے دو (۲) فائدے ہوں گے: اوّلاً میت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ بحکم حدیث موجب نزول رحمت ہے۔ دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اُسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحن مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گرہ بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جانیں کہ اس میں میت و احیا و مسجد و قبر کی بھلائی ہے کما اشرنا الیہ (ایضا،ص115)

مگر وقفی قبرستان میں یہ صورت اسی وقت اپنائی جائے جبکہ اس جگہ کبھی کوئی قبر نہ بنی ہو نیز لوگوں نے کسی جائز وجہ کی بنیاد پر اس میں میت دفن کرنا چھوڑ دیا ہو یا وہ جگہ میت دفنانے کی بالکل بھی مناسب نہ ہو۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں۔

:وَأَمَّا الْمَقْبَرَةُ الدَّاثِرَةِ إِذَا بُنِيَ فِيهَا مَسْجِدٌ لِيُصَلَّى فِيهِ فَلَمْ أَرَ فِيهِ بَأْساً لِأَنَّ الْمَقَابِرَ وَقْفٌ، وَكَذَا الْمَسْجِدُ، فَمَعْنَاهَا وَاحِدٌ: یعنی پرانے قبرستان میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ مسجد بھی وقف ہے اور قبرستان بھی وقف ہے لہٰذا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے (عمدۃ القاری۔ج04،ص174) اسی میں ہے۔

:قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ: لَوْ أَنَّ مَقْبَرَةً مِنْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ عَفَتْ فَبَنَى قَوْمٌ عَلَيْهَا مَسْجِدًا لَمْ أَرَ بِذَلِكَ بَأْسًا: یعنی امام ابن القاسم نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کا کوئی مقبرہ پرانا اور بوسیدہ ہوگیا اور لوگوں نے اس پر مسجد تعمیر کرلی تو مجھے اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا (ایضاً،ص179)

● قبرستان میں مدرسہ، خانقاہ و مہمان خانہ بنانے کا حکم ●

جو زمین قبرستان کے لئے وقف ہے اس میں خلاف وقف کوئی بھی تصرف جائز نہیں ہے خواہ مسجد بنائے یا مدرسہ، مہمان خانہ یا پھر خانقاہ وغیرہ کہ مقاصد مختلف ہیں اور وقف کو علی حالہ باقی رکھنا واجب اس میں کوئی تغیر جائز نہیں۔ردالمحتار میں ہے۔

:الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه: یعنی چیز کو جس مقصد کے لئے وقف کیا جائے اس کو اسی پر باقی رکھنا واجب ہے (ردالمحتار۔ج03،ص327) عالمگیری میں ہے۔

:البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناءً ووقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعاً لها، فإن وقفها على جهة أخرى اختلفوا في جوازه، والأصح أنه لا يجوز، كذا في الغياثية: یعنی زمین کے موقوفہ حصے پر اگر کوئی آدمی عمارت بنا کر اسی جہت میں وقف کردے تو تبعاً بلا اختلاف جائز ہے لیکن اگر کسی دوسری جہت میں وقف کرے تو اس کے جواز میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے (عالمگیری۔ج02،ص362) اور تبیین الحقائق فی شرح کنز الدقائق میں ہے۔

:إذا لزم الوقف فانه لا يجوز بيعه ولا هبته ولا التصرف فيه بأي شيء يزيل وقفيته لقول النبي ﷺ في ابن عمر رضي الله عنه: لا يباع ولا يوهب ولا يورث، ويرى أبو حنيفة أنه يجوز بيع الوقف، قال أبو يوسف لو بلغ أبا حنيفة هذا الحديث لقال به: یعنی اگر وقف لازم ہوجائے تو نہ اس کی بیع جائز ہے اور نہ ہبہ اور نہ اس میں کسی طرح کا تصرف، جس سے اس کی وقفیت ختم ہوجائے، اس دلیل کی بنیاد پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقف شدہ چیز نہ بیچی جائے گی اور نہ ہبہ کی جائے گی اور نہ وراثتاً کسی وارث کی طرف منتقل ہوگی، امام ابوحنیفہ کا خیال ہے کہ وقف شدہ چیز کی بیع جائز ہے، چنانچہ امام ابو یوسف لکھتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کو یہ حدیث پہنچی ہوتی تو وہ ضرور اس کے قائل ہوتے اور اپنا مذہب تبدیل کردیتے (تبیین الحقائق۔ج04ص272)

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح و جہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغیر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتی کہ متولّی بھی وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی حتی کہ علماء نے تغیر ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی، نہ کہ تغیر اصل وقف، عقود الدریہ میں ہے: لا يجوز للناظر تغير صيغة الواقف كما افتى به الخير الرملي والحانوتي وغيرهما: وقف کے نگہبان کے لیے واقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیسا کہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتویٰ دیا ہے (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص466) نیز اسی میں ہے۔

قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں، مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور۔ اور اگر کسی کی ملک ہے تو قبور سے الگ وہ جو چاہے بنا سکتا ہے (ایضاً۔ج16، ص151)

● قبرستان میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم ●

قبرستان میں کھڑے ہو کر یا مناسب جگہ بیٹھ کر مرحومین کو ایصال ثواب کرنے کے لئے قرآن کریم یا بعض آیات وسورت کی تلاوت کرنے میں شرعا کوئی حرج نہیں جبکہ خاص قبروں کو روندنا یا ان پر چلنا، بیٹھنا و لیٹنا وغیرہ ایسا کام نہ پایا جائے جس سے قبروں کی بے حرمتی لازم آئے، اس کے جواز پر کثیر دلائل موجود ہیں چنانچہ امام عجلونی نے کشف الخفاء میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

: من مر بالمقابر فقرا احدی عشرة مرة قل هو الله احد ثم وهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات: یعنی جو قبرستان سے گزرے، اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو ہبہ کرے، اسے مُردوں کی تعداد کے برابر اجر دیا جائے گا (کشف الخفاء۔ج02،ص282)

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

:لا باس بقراءة القرآن عند القبور ولكن لا يجلس على القبر: یعنی قبروں کے پاس قرآن کریم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن قبر پر نہ بیٹھے (البنایۃ شرح الہدایہ۔ج30،ص262)

محیط برہانی میں ہے۔

:قراءة القرآن في القبور عند ابي حنيفة رضي الله عنه تكره وعند محمد لا تكره قال صدر الشهيد رحمه الله: ومشائخنا اخذوا بقول محمد وحكى عن الشيخ الامام الجليل ابي بكر محمد بن الفضل البخاري رحمه الله: ان القراءة على المقابر اذا اخفى ولم يجهر لا تكره ولا باس به وانما كره قراءة القرآن في المقبرة جهرا واما المخافتة فلا باس به وان ختم وقيل ان نوى ان يؤنسه بصوته يقرا: یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے جبکہ امام محمد کے نزدیک مکروہ نہیں امام صدر الشہید نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے امام محمد کے قول کو لیا ہے اور شیخ امام

جلیل ابو بکر محمد بن فضل بخاری رحمہ اللہ سے حکایت کیا گیا ہے کہ قبرستان میں جب پست آواز میں قرأت کرے بلند آواز سے نہ ہو، تو مکروہ نہیں اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، ہاں مکروہ اس وقت ہے جب قبرستان میں اونچی آواز سے تلاوت کی جائے آہستہ پڑھنے میں حرج نہیں، اگرچہ مکمل قرآن کریم پڑھا جائے اور کہا گیا کہ اگر نیت تلاوت کی آواز سے میت کو انسیت پہنچانا ہو تو قرآن کریم پڑھ سکتا ہے (المحیط البرھانی۔ج50،ص311)

پھر اسی میں ہے۔

:ان قراءة القرآن في المقبرة هل تكره؟ المختار انه لا تكره: یعنی کیا قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے، تو مذہب مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے (المحیط البرھانی۔ج05،ص400)

اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔

:اي بقول محمد (اخذ) للفتوى لما فيه من النفع لورود الآثار بقراءة آية الكرسي وسورة الاخلاص والفاتحة وغير ذلك عند القبور: یعنی اس مسئلہ میں امام محمد کا قول ہی بطور فتویٰ لیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں میت کے لئے نفع ہے اور آثار و روایات میں قبروں کے پاس آیۃ الکرسی، سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنا وارد ہے (مجمع الانہر۔ج02،ص552)

فتاویٰ عالم گیری میں ہے۔

:قراءة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله تعالى، لا تكره ومشايخنا رحمهم الله تعالى أخذوا بقوله وهل ينتفع؟ والمختار أنه ينتفع. هكذا في المضمرات: یعنی قبروں کے پاس قرآن پڑھنا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور ہمارے مشائخ احناف نے اسی کو لیا ہے، تو کیا میت کو تلاوت کا نفع پہنچتا ہے؟ تو مذہب مختار یہ ہے کہ پہنچتا ہے (عالمگیری۔ج01، ص166)

● قبرستان میں کھیتی کرنے کا حکم ●

قبور مسلمین پر کھیتی وزراعت وغیرہ کرنا حرام ہے خواہ مملوکہ ہو یا موقوفہ کیونکہ اس سے مسلم میتوں کی اہانت واذیت لازم آئے گی جو ناجائز ہے اسی طرح اگر عوامی قبرستان کی زمین خالی پڑی ہے جس میں ابھی تک قبریں نہیں بنی ہیں تو وقف ہونے کی وجہ سے اس میں بھی کھیتی وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔

:شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به: یعنی شرط واقف مفہوما ودلالۃ نص شارع کی حکم رکھتی ہے تو واقف نے زمین کو جس مصرف کے لئے وقف کیا ہے اسی پر عمل کرنا واجب ہوگا (فتاوی شامی۔ج04،ص433)

ہاں اگر اس زمین میں کبھی قبریں بنی تھیں لیکن اب ان کے آثار ونشانات بھی باقی نہیں ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو قبرستان وقفی ہوگا یا ذاتی! اگر وقفی ہے تو حکم وہی کہ جائز نہیں ۔صاحب بحر نے فرمایا۔

:ولا يجوز لاهل القرية الانتفاع بالمقبرة الداثرة: یعنی اہل قریہ کے لئے پرانے قبرستان سے نفع اٹھانا جائز نہیں (البحر الرائق۔ج05،ص275)

اور عالمگیری میں ہے۔

:سئل القاضي الامام شمس الائمة محمود الاوزجندي عن المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز ذرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا في المحيط: یعنی شمس الائمہ حضرت قاضی محمود اوزجندی سے گاؤں دیہات کے پرانے قبرستان کے متعلق پوچھا گیا کہ جب اس میں مردوں کی ہڈی وغیرہ تک کا اثر باقی نہ ہو تو کیا اس میں کھیتی کرنا یا غلہ پیدا کرنا جائز ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے بلکہ وہ قبرستان ہی کے حکم میں رہے گا (عالمگیری۔ص02،ص557)

اور قبرستان کسی کی ذاتی ومملوکہ ہے تو مالک زمین قبروں اور مردوں کے نشانات مٹ جانے کے بعد وہاں کھیتی وغیرہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے علامہ حصکفی لکھتے ہیں۔

:ويخير المالك بين اخراجه ومساوته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلي وصار ترابا: یعنی مالک زمین کو اختیار رہتا ہے کہ وہ اپنے مملوکہ زمین سے اس کی اجازت کے بغیر دفن کیا گیا میت کو نکلوا دے اور زمین کو برابر کر دے جیسا کہ اس کے لئے اس زمین میں کھیتی کرنا اور گھر بنانا جائز ہے جبکہ قبریں مٹ گئی ہوں اور مُردے بالکل مٹی ہو چکے ہوں (درمختار۔ج03،ص145)

● قبرستان میں کنواں کھودنے اور نل وہینڈ پائپ لگانے کا حکم ●

ذاتی قبرستان میں موضع قبور چھوڑ کر خالی جگہوں کو کسی بھی جائز کام میں استعمال کرنے کا مالک کو حق حاصل ہے اسی طرح واقف اگر وقف کرتے وقت یہ صراحت کر دے کہ زمین کا ایک حصہ وضو وطہارت خانہ کے لئے ہے تاکہ جنازہ میں شریک ہونے والے یا زائرین کو دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے، تو یہ بھی جائز ہے۔

لیکن وقف تام ہونے کے بعد موقوفہ زمین کو خلاف وقف کسی دوسرے کام میں استعمال نہیں کیا جا سکتا اگرچہ جگہ خالی پڑی ہو البتہ ایسا کام جو مصالح وقف میں سے ہو یا جس سے وقف کی جہت میں تبدیلی نہ آئے تو وہ جائز ہے جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔

:البقعة الموقوفة على جهة إذا بنى رجل فيها بناءً ووقفها على تلك الجهة يجوز بلا خلاف تبعاً لها: یعنی زمین کے موقوفہ حصے پر اگر کوئی آدمی عمارت بنا کر اسی جہت میں وقف کر دے تو تبعا بلا اختلاف جائز ہے (عالمگیری۔ج02،ص362)

لہٰذا موقوفہ قبرستان کا وہ حصہ جس میں ابھی تک قبریں نہیں بنی ہیں وہاں اگر زائرین کے وضو وغیرہ کے لئے کنواں، نل، ہینڈ پائپ یا وضو خانہ وطہارت خانہ بنوا کر اسی جہت میں وقف کر دیا جائے تو ممانعت نہیں ہونی چاہئے، ہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ قبروں کی بے حرمتی نہ ہونے پائے۔علامہ ابن عابدین شامی کتاب الوقف احکام مسجد کے باب میں فرماتے ہیں۔

:قلت: وفي الهندية آخر الباب الاول من احياء الموات نقلا عن الكبرى: اراد ان يحفر بئرا في مسجد من المساجد اذا لم يكن في

ذلک ضرر بوجه من الوجوہ و فیہ نفع من کل وجه فلہ ذلک: یعنی کوئی شخص کسی مسجد میں کنواں کھودنے کا ارادہ کیا تو اگر اس میں کسی بھی اعتبار سے کوئی ضرر نہ ہو بلکہ ہر اعتبار سے نفع ہو تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے (شامی۔ج06،ص547)

آج کل اکثر شہر و دیہات کے قبرستانوں میں مساجد کی طرح وضو خانہ وطہارت خانہ بنانے کا عرف وچلن عام ہو رہا ہے کیوں کہ اس کے بغیر لوگوں کو سخت مشقتوں کا سامنا ہوتا ہے جبکہ شرع شریف کو دفع حرج مطلوب بھی ہے تو جس طرح عرف وعادت کا لحاظ کرتے ہوئے مساجد کی موقوفہ اراضی میں وضو خانہ وغسل خانہ وغیرہ بنانے کی اجازت ہو چکی ہے اسی طرح قبرستانوں میں بھی اس کی اجازت ہو سکتی ہے ان علاقوں میں جہاں اس کا عرف وعادت قائم ہو جائے جو کہ ایک دلیل جواز ہے جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری کی اس صراحت سے مفہوم ہوتا ہے۔

:وَاعْلَمْ أَنَّ اعْتِبَارَ الْعَادَةِ وَالْعُرْفِ يُرْجَعُ إِلَيْهِ فِي الْفِقْهِ فِي مَسَائِلَ كَثِيرَةٍ حَتَّى جَعَلُوا ذَلِكَ أَصْلًا: یعنی جاننا چاہیے کہ عرف وعادت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کی طرف فقہ میں بہت سے مسائل کے اندر رجوع کیا جاتا ہے یہاں تک کہ علماء نے اس کو ایک اصل شرعی قرار دیا ہے (الاشباہ والنظائر۔ج01،ص79)

اور شرح عقود رسم المفتی میں ہے۔

:قد تغیرت احکامها لتغییر الزمان إما للضرورة، وإما للعرف وإما لقرائن الأحوال: یعنی بدلتے زمانے کے ساتھ احکام بھی بدلتے ہیں ضرورت کی بنا پر، یا عرف ورواج کی بنا پر یا حالات کے تقاضے وقرائن کی بنا پر (شرح عقود رسم المفتی ص72)

● قبرستان میں بیت الخلا یا گٹر اور نالہ بنانے کا حکم ●

قبرستان میں پیشاب پاخانہ کرنا یا بیت الخلاء یا نالہ یا گٹر بنانا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس سے اموات مسلمین کی اہانت واذیت لازم آتی ہے جبکہ مسلمان موت وحیات دونوں حال میں قابل احترام ہے اور اسے دُکھ پہنچانا جائز نہیں۔ چنانچہ امام ابن ہمام فرماتے ہیں۔

:الاتفاق علی ان حرمة المسلم میتا کحرمته حیا: یعنی مسلم کا

احترام بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ حیات میں (فتح القدیر۔ج02،ص102)

یوں ہی کسی مسلمان کو اذیت پہنچانا حرام ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ، اس تعلق سے حضور رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

: مَنْ اٰذی مسلمًا فقد اٰذانی، ومَنْ اٰذانی فقد آذی اللہ: یعنی جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی تحقیق کہ اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تو اس نے اللہ کو غضب ناک کیا (معجم الاوسط للطبرانی)

اور آدمی کو قبل موت جن چیزوں سے تکلیف ہوتی تھی بعد از موت بھی ان چیزوں سے تکلیف پہنچتی ہے جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

:لان المیّت یتأذی بما یتاذی به الحی: یعنی آدمی کو بعد موت بھی اس چیز سے اذیت پہنچتی ہے جس چیز سے حیات میں پہنچتی ہے (شامی۔ج01،ص229)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

:ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیه او یوطأ علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط: یعنی قبر پر گھر بنانا، بیٹھنا، سونا، چلنا اور پیشاب پاخانہ کرنا تحریما ناجائز ہے (ہندیہ۔ج01،ص182)

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

قبرستان وقف ہے اور وقف میں اپنی سکونت کا مکان بنانا وقف بیجا ہے اور اس میں تصرف بیجا حرام ہے پھر اگر اس قطعہ میں قبور بھی ہوں اگرچہ نشان مٹ کر ناپید ہو گئی ہوں جب تو متعدد حراموں کا مجموعہ ہے، قبروں پر پاؤں رکھنا ہوگا، چلنا ہوگا، بیٹھنا ہوگا، پیشاب پاخانہ کرنا ہوگا، اور یہ سب حرام ہے۔ اس میں مسلمانوں کو طرح طرح ایذا ہے اور مسلمان بھی کون، اموات کہ شکایت نہیں کر سکتے، دنیا میں عوض نہیں لے سکتے، بے وجہ شرعی مسلمانوں کی ایذا اللہ ورسول کی ایذا ہے، اللہ ورسول کو ایذا دینے والا مستحق جہنم۔ اسی طرح اگر قبرستان کے قریب مکان بنایا، پاخانے یا دھوبیوں کے غلیظ پانی کا بہاؤ قبور پر رکھا تو یہ بھی سخت حرام ہے اور جو باوصفِ قدرت اُسے منع نہ کرے وہ بھی مرتکب حرام ہے اور بطمع کرایہ اُسے روا رکھنا سستے داموں دوزخ مول لینا ہے، یہ کام اُسی شخص کے ہو سکتے ہیں جس کے دل میں نہ اسلام کی قدر، نہ مسلمانوں کی عزت، نہ خدا کا خوف، نہ موت کی ہیبت، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ امام ابن امیر

الحاج حلیہ میں نوادر وتحفۃ الفقہاء و بدائع ومحیط وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں: **اباحنیفة رضی الله تعالیٰ عنه کره وطء القبر والقعود اوالنوم اوقضاء الحاجة الیه:** امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر پر چلنا، بیٹھنا سونا، قضائے حاجت کرنا مکروہ قرار دیا ہے (فتاویٰ رضویہ، ج۔09،ص409)

● قبرستان میں پانی کا پائپ اور بجلی کا کھمبا لگانے کا حکم ●

عوامی قبرستان میں پانی کا پائپ بچھانا، بجلی کا کھمبا گاڑنا یا اس طرح کا کوئی اور تصرف کرنا جائز نہیں ہاں جبکہ قبرستان کی ضرورت کے لئے ہو مثلاً رات میں تدفین اموات میں سخت دقتوں کا سامنا ہوتا ہے یا زائرین قبور کے لیے روشنی کرنا مطلوب ہو۔

اسی طرح قبرستان کی ہی کسی ضرورت کے لئے اس کی چہار دیواریوں سے متصل پانی کے باریک پائپ بچھانا جس سے نہ قبروں کو نقصان پہنچے نہ وہ جگہ گھرے تو موضع قبور سے الگ ہٹ کر اس کی اجازت ہوگی لیکن اگر اس کی وجہ سے وقف کی اصل ہیئت میں تغیر پیدا ہو جائے تو اب جائز نہیں ہوگا کما فی الہندیہ وغیرہا۔

:لایجوز تغییر الوقف عن هیئته: یعنی وقف کی اصل ہیئت کو بدل دینا جائز نہیں ہے (عالمگیری۔ج02،ص347)

● قبرستان میں حوض یا نہر کھودنے کا حکم ●

مقابر کے لئے زمین وقف کرتے وقت اگر واقف نے یہ واضح کر دیا کہ اس کے فلاں حصے کو میں نے دفن کے لئے اور فلاں حصے کو حوض یا تالاب بنوانے کے لیے وقف کیا تو اب اس حصۂ اراضی میں حوض و تالاب بنانے میں حرج نہیں لیکن اگر صرف قبرستان کے لیے وقف کیا تو اب اس میں تالاب یا حوض وغیرہ نہیں کھود سکتا کیوں کہ اس سے تغییر وقف لازم آئے گی جو جائز نہیں جبکہ واقف نے جس غرض سے وقف کیا ہے اس کی رعایت واجب ہے جیسا کہ شامی کتاب الوقف میں ہے۔

:علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفین واجبة: یعنی فقہاء نے صراحت فرمادی ہے کہ واقفین کے مقصد کی رعایت ضروری ہے (شامی۔ج06،ص445)

ہمارے اطراف میں اکثر قدیم قبرستان بڑے بڑے تالاب کے کنارے ٹیلوں پر بنے ہوئے ہیں یعنی بیچ میں تالاب اور چاروں طرف قبرستان تو اندازہ یہی ہے کہ وقفی قبرستان کی یہ صورت ابتداً اختیار کی گئی ہوگی تاکہ برسات کے دنوں میں میت کے لئے قبر تیار کرنے کی راہ میں کوئی مشکل حائل نہ ہو اور باقی دنوں میں شرکاء جنازہ کو وضو کے لئے بآسانی پانی میسر ہو۔ لہٰذا اس پر قیاس کر کے وقفی قبرستانوں میں اب نئے حوض یا تالاب بنوانا جائز نہیں ہوگا۔

● قبرستان کی مٹی کھود کر دوسری جگہ لے جانے کا حکم ●

عوامی قبرستان کو کسی طرح کا نقصان پہنچانا جائز نہیں کیوں کہ وہ عامۃ المسلمین کے مفاد میں وقف ہے جبکہ وہاں سے مٹی کاٹ کر لے جانے کی صورت میں موقوفہ اراضی کو نقصان پہنچے گا اور مسلمانوں کو اپنے مُردے دفن کرنے میں دشواری پیش آئے گی نیز مٹی کھودنے کی صورت میں زمین قابل تدفین اموات نہ رہے گی تو غرض وقف کا ابطال لازم آئے گا اور اس کی اصل ہیئت خراب ہو جائے گی جبکہ یہ تمام باتیں ناجائز ہیں لہٰذا قبرستان کی مٹی کھود کر دوسری جگہ لے جانا جائز نہیں ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو تغییر وقف کا کوئی اختیار نہیں تصرف آدمی اپنی ملک میں کر سکتا ہے وقف مالک حقیقی جل وعلا کی ملک خاص ہے اس کے بے اذن دوسرے کو اس میں کسی تصرف کا اختیار نہیں (فتاویٰ رضویہ، ج16،ص232)

اسی میں فرمایا۔

اور مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے، اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطان اسلام کی اگر رائے ہو تو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہوا کرتا ہو اسے سزائے قتل دے سکتا ہے (ایضاً،ص540)

● قبرستان میں نئی مٹی ڈالنے کا حکم ●

قبرستان کے جس حصے میں قبروں کے نشانات بالکل معدوم ہو چکے ہوں یا گڈھے بن جانے کی وجہ سے وہاں دفن میت کی گنجائش نہ ہو یا زیارت کے لئے قبروں تک پہنچنے میں دشواری ہوتی ہو یا پھر برسات کا پانی جم جاتا ہو تو ایسی صورت میں قبرستان میں نئی مٹی ڈال کر اس کو کارآمد بنانا شرعاً جائز ہے اسی طرح ٹوٹی پھوٹی قبروں کو مٹی ڈال کر درست کر دینا بھی جائز ہے جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔

:المختار أن التطيين غير مكروه وكان عصام بن يوسف يطوف حول المدينة ويعمر القبور الخربة كما في القهستاني: یعنی قبروں پر مٹی ڈالنا مکروہ نہیں اور حضرت عصام بن یوسف مدینہ منورہ کی قبروں میں چکر لگایا کرتے اور ٹوٹی ہوئی قبروں کو درست فرما دیتے جیسا کہ قہستانی میں ہے (مجمع الانہر۔ج01،ص187)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

:وإذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها كذا في التتارخانية وهو الأصح وعليه الفتوى: یعنی جب قبریں بکھر جائیں تو ان پر مٹی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں (عالمگیری۔ج01،ص166)

لیکن قبروں کے اوپر سے ٹریکٹر ٹرالی وغیرہ لے جانا حرام ہے کہ اس سے قبروں کی پامالی ہوگی اور مرحومین کو اذیت پہنچے گی جو شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔

● قبرستان میں جانور باندھنے یا چرانے کا حکم ●

قبرستان میں اگر قبریں بن چکی ہیں تو ایسی صورت میں وہاں کوئی جانور جیسے گائے، بیل، بھینس، گھوڑا، گدھا، اونٹ، بکری وغیرہ باندھنا یا چھوڑنا یا پھر چرانا جائز نہیں کیوں کہ جانور قبروں کو روندیں گے، ان پر لید، گوبر، پیشاب کریں گے جس سے قبور مسلمین کی بے حرمتی لازم آئے گی جو شرعاً ناجائز و گناہ ہے، بحر الرائق میں ہے۔

:ولا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الدائرة فلو كان فيها

حشيش يحش ويرسل إلى الدواب ولا ترسل الدواب فيها: یعنی پرانے قبرستان سے نفع اٹھانا جائز نہیں البتہ وہاں کی گھاس جانوروں کو دیا جا سکتا ہے لیکن اس میں جانور لے جانا جائز نہیں ہے (بحر الرائق۔ج05،ص268)

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

قبروں پر گھوڑے باندھنا، چارپائی بچھانا، سونا، بیٹھنا سب منع ہے (فتاویٰ رضویہ۔09،ص408)

● قبرستان کی گھاس و لکڑی کاٹنے یا جلانے کا حکم ●

قبرستان کی کچی گھاس کاٹنا ممنوع و مکروہ ہے اور فقہاء فرماتے ہیں کہ کچی گھاس اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے جس سے میت کو انسیت ہوتی ہے، ہاں سوکھی گھاسوں کو کاٹنے میں حرج نہیں، علامہ شامی فرماتے ہیں۔

:ويكره أيضا قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس كما في البحر والدرر وشرح المنية، وعلله في الإمداد بأنه ما دام رطبا يسبح الله تعالى فيؤنس الميت وتنزل بذكره الرحمة اه ونحوه في الخانية: یعنی قبرستان کی تر گھاس و نباتات وغیرہ کو کاٹنا مکروہ ہے البتہ سوکھی گھاس کو کاٹنے میں مضائقہ نہیں کیوں کہ تر گھاس اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے جب تک کچی رہتی ہے جس سے میت کو انسیت ہوتی ہے اور رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے (شامی۔ج03،ص155)

عالمگیری میں ہے۔

:ويكره قطع الحطب والحشيش من المقبرة فان كان يابسا فلا باس به كذا في فتاوى قاضي خان: یعنی قبرستان کی لکڑی، گھانس وغیرہ کاٹنا مکروہ ہے ہاں اگر سوکھ گئی ہو تو کاٹنے میں حرج نہیں ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے (فتاویٰ عالمگیری۔ج01،ص183)

اور فتاویٰ رضویہ میں امام اہلسنت لکھتے ہیں۔

مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر

رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص444)

بعض مقامات میں دیکھا جاتا ہے کہ جب قبرستان کی گھاس سوکھ جاتی ہے تو اسے کاٹ لانے کی بجائے قبرستان ہی میں لوگ آگ لگا دیتے ہیں تاکہ جلا کر قبرستان کو جھاڑ جنگل سے پاک کر دیا جائے لیکن ایسا کرنا جائز نہیں کیوں کہ شریعت میں آگ کو میت سے دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ آلۂ عذاب ہے جس سے اصحاب قبور کو اذیت ہوگی یہی وجہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ بھی بلا ضرورت آگ لے چلنا منع ہے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں۔

:ولا تتبع الجنازة بنار إلى قبره يعني: الإجمار في قبره لما روي ان النبي ﷺ خرج في جنازة فرأى امرأة في يدها مجمر فصاح عليها وطردها حتى توارت بالآكام. وروي عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال لا تحملوا معي مجمرا. ولأنها آلة العذاب فلا تتبع معه تفاؤلا: آگ لے کر جنازہ کے پیچھے میت کی قبر تک نہ جائے یعنی قبر میں انگارے نہ رکھے، مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک جنازہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک عورت کے ہاتھ میں آگ کی انگیٹھی ہے تو حضور ﷺ نے تیز آواز میں اسے الگ کر دیا یہاں تک کہ اس عورت نے اسے مٹی سے چھپا دیا، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے ساتھ انگیٹھی لے کر نہ چلنا نیز آگ لے کر چلنا اس لئے بھی ممنوع ہے کیوں کہ آگ عذاب دینے کا آلہ ہے لہٰذا وہ بدفالی کی علامت ہے (البدائع الصنائع۔ج02،ص334)

اس سے حکم ظاہر ہے کہ جب میت کے ساتھ قبر تک آگ لے کر جانا منع ہے تو یقیناً قبرستان کے اندر سوکھی گھاسوں کو آگ لگانا شرعاً ناجائز ہوگا، اسی طرح بعض جگہ لوگ قبرستان کی گھاس کو اجاڑنے کے لئے کیمیکل یا دوائی وغیرہ کا چھڑکاؤ کرتے ہیں تو اگر قبرستان میں جھاڑ جنگل اس قدر ہیں کہ ان کی وجہ سے وہاں جا کر میت کے لئے قبر کھودنے میں یا زیارت وغیرہ کے لئے جانے میں دشواری پیش آتی ہے یا سانپ بچھو و دوسرے زہریلے جانور سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے تو اسی صورت میں دوائی چھڑک کر جنگلات صاف کر دینے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے کماذکرنا۔

● قبرستان میں لوبان، اگربتی وموم بتی جلانے کا حکم ●

بعض لوگ شب برأت وغیرہ کے موقع پر اپنے متعلقین کی قبروں پر اگربتی وموم بتی جلاتے ہیں جس سے زائرین کے لئے روشنی کرنا نہیں بلکہ مرحومین کو فائدہ پہنچانا مقصد ہوتا ہے حالانکہ یہ ایک جاہلانہ خیال ہے لہٰذا اس غرض سے قبروں پر اگربتی یا لوبان وموم بتی جلانا جائز نہیں، اولاً اس لئے کہ لوبان، اگربتی وموم بتی آگ سے سلگائی جاتی ہے اور آگ کو قبروں سے دور رکھنے کا حکم ہے کیوں کہ قبر کے پاس آگ یا دھواں کا ہونا بدفالی کی علامت ہے اور ثانیاً اس لئے کہ قبروں کے پاس بلا ضرورت اگربتی وموم بتی جلانا محض مال ضائع کرنا ہے جو ناجائز ہے چنانچہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس کی ممنوع ومباح صورتیں بیان کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں۔

عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو: **لما فيه من التفاؤل القبيح بطلوع الدخان على القبر والعياذ بالله:** (کیونکہ اس میں قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا بُرا فال پایا جاتا ہے اور خدا کی پناہ) صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی: **انه قال لابنه وهو في سياق الموت اذا انامت فلا تصحبني نائحة ولا نار. الحديث:** انھوں نے دم مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے نہ آگ جائے، الحدیث) شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے: **لانها من التفاؤل القبيح:** (کیونکہ آگ میں فال بد ہے) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: **انها سبب للتفاؤل القبيح:** (یہ فال بد کا سبب ہے) اور قریب قبر سلگا کر اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف واضاعت مال ہے، میّت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیل احتراز ہے: **ولا يقاس على الورد والرياحين المصرح باستحبابه في غير ما كتاب:** اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہوسکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے (فتاویٰ رضویہ۔ج09،ص482)

● قبرستان میں روشنی کرنے اور اسے سجانے سنوارنے کا حکم ●

قبرستان میں بلا ضرورت روشنی کرنا مثلاً صرف قبروں کے لئے بلب، ٹیوب لائٹ، چراغ، موم بتی وغیرہ جلانا یا اسے سجانا سنوارنا جس سے کوئی غرض شرعی وابستہ نہ ہو اسراف و گناہ ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اور اگر روشنی کرنے کا مقصد زائرین کو فائدہ پہنچانا ہو تو جائز بلکہ ثواب ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ مقابر میں روشنی کے جائز طریقے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں، فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں۔(۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔(۲) مقابر برسرِ راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے، اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔(۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔(۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم کو بھی بروجہ اولیٰ شامل تھے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادراً خالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرما کر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے (ایضاً ص 492)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر بتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوءِ ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیر میں ہے: ان سقف القبر حق المیّت: (قبر کی چھت حق میّت ہے) ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے (ایضاً ص 525)

● قبرستان میں کھانے پینے کا حکم ●

قبرستان موت کو یاد کرنے اور عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے نہ کہ کھانے پینے کی جگہ لہٰذا قبرستان میں بیٹھ کر کھانے پینے کی عادت بنالینا مکروہ ضرور ہے اور اگر عین قبر پر بیٹھ کر کوئی کھائے پیئے تو یہ ناجائز و گناہ ہے کیوں کہ اس سے میت مسلم کو تکلیف پہنچے گی جس سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

اور بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے، احادیثِ صحیحہ سے یہ امر ثابت بلاریب ہے۔ حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا: **یاصاحب القبر انزل من علی القبر لاتؤذي صاحب القبر ولا یؤذیک**: او قبر والے! قبر سے اتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے (فتاویٰ رضویہ۔ ج 09 ص 435)

البتہ کبھی اتفاقاً تھوڑی بہت کوئی چیز کھانے یا پانی وغیرہ پینے کی نوبت آجائے یا فاتحہ کی شیرینی وشربت میسر آجائے تو قبروں سے ہٹ کر خالی جگہوں میں ایسی چیزیں کھانے پینے میں حرج نہیں جبکہ کسی بھی لحاظ سے مقابر مسلمین کی بے حرمتی لازم نہ آئے۔

● قبرستان میں جلسہ ومیٹنگ کرنے کا حکم ●

گذشتہ صفحات میں یہ حکم بیان ہو چکا کہ عوامی قبرستان جہاں تدفین اموات ہو چکی ہو تو اب ان قبروں پر چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا یا کوئی بھی ایسا کام کرنا جو باعث اذیت مسلم ہو جائز نہیں ہے اگرچہ قبریں مٹ گئی ہوں لیکن اگر قبرستان کا کوئی حصہ خالی پڑا ہے جہاں ابھی تک کسی مسلمان میت کو دفن نہیں کیا گیا ہے تو وہاں وقتی طور پر جلسۂ ایصال ثواب یا محافل دعا وقرآن خوانی منعقد کرنے کی اجازت ہے جبکہ اور کوئی وجہ ممانعت نہ ہو کہ اس بہانے سے لوگ اپنے مرحومین کی قبروں کی زیارت بھی کرلیں گے اور ایصال ثواب بھی چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

:من مر بالمقابر فقرأ احدی عشر مرۃ قل ھو اللہ احد ثم وھب اجرہ للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات: یعنی جو قبرستان ہو کر جائے اور وہاں گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد (سورۃ اخلاص مکمل) پڑھ کر اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے تو اس پڑھنے والے کو وہاں مدفون مُردوں کے برابر ثواب ملے گا (کشف الخفاء۔ج02،ص282)

علامہ شامی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

:من دخل المقابر فقرأ سورۃ یس خفف اللہ عنھم یومئذ وکان لہ بعدد من فیھا حسنات بحر، وفی شرح اللباب ویقرأ من القرآن ما تیسر لہ من الفاتحۃ واول البقرۃ الی المفلحون، وآیۃ الکرسی وآمن الرسول وسورۃ یس وتبارک الملک وسورۃ التکاثر والاخلاص اثنی عشر مرۃ او عشرا او سبعا او ثلاثا، ثم یقول اللھم اوصل ثواب ما قرءناہ الی فلان او الیھم: (شامی۔ج03،ص151)

اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔

قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور آیۃ الکرسی اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر سورہ تک اور سورۂ یٰس اور تَبٰرَكَ الَّذِیْ اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ایک ایک بار اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے۔حدیث میں ہے: جو گیارہ بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی برابر اسے ثواب ملے گا (بہار شریعت، حصہ چہارم)

ہاں کوئی دنیوی مجلس مثلاً سیاسی یا مزعومہ سماجی میٹنگ یا جلسہ کرنا جائز نہیں کیوں کہ اس میں اہل مقابر کے لئے کوئی خیر و نیکی نہیں ہے بلکہ ان کو تکلیف پہنچانا ہے جو حرام ہے حدیث پاک میں ہے۔

:مَنْ آذی مسلمًا فقد آذانی، ومَنْ آذانی فقد آذی اللہَ: یعنی جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی تحقیق کہ اس نے مجھے اذیت دی (معجم الاوسط۔ج04،ص373)

● قبرستان میں ہنسنے اور فضول باتیں کرنے کا حکم ●

فضول گوئی، بے جا ہنسی مذاق اور لایعنی باتیں یونہی ممنوع و مکروہ ہے کہ اس سے قلب مردہ اور غافل ہو جاتا ہے اور قرآن کریم میں اس کے متعلق، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

:وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ: اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے (المومنون۔03)

اس کی تفسیر میں علامہ صاوی لکھتے ہیں۔

:المراد کل ما لا یعود علی الشخص منہ فائدۃ فی الدین او الدنیا کان قولا او فعلا او مکروھا او مباحا کالھزل واللعب وضیاع الاوقات فیما لا یعنی والتوغل فی الشھوات وغیرہ ذلک مما نھی اللہ عنہ وبالجملۃ فینبغی للانسان ان یری ساعیا فی حسنۃ لمعادہ او درھما لمعاشہ، ومن حسن اسلام المرء ترک ما لا یعنیہ: یعنی آیت شریفہ میں لغو سے مراد ہے آدمی کا قولی، فعلی، مکروہ و مباح کوئی بھی ایسا کام کرنا جو دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے بے فائدہ ہو، مثلاً ہنسی مذاق، کھیل کود، لایعنی کاموں میں وقت ضائع کرنا شہوات و خواہشات وغیرہ کی تکمیل میں لگا رہنا جن سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے، غرض کہ آدمی کے لئے یہی مناسب ہے کہ اپنی آخرت کی بھلائی کے لئے اچھا عمل کرے اور اپنی دنیا کی زندگی کے لئے جائز پیسہ کمانے کی کوشش کرے اور آدمی کا حسن اسلام یہ ہے کہ فضول چیزوں کو ترک کر دے (صاوی علی الجلالین۔ج03،ص105)

اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جب عام حالت اور نجی مجالس میں غیر ضروری اور فضول افعال و اقوال سے انسان کو روکا گیا ہے تو قبرستان جو کہ جائے عبرت و نصیحت اور موت و آخرت کو یاد کرنے کی جگہ ہے وہاں ہنسی مذاق اور فضول و بے جا باتیں کرنا کس قدر ممنوع و مکروہ ہوگا؟ لہٰذا قبرستان کے اندر قہقہہ لگا کر ہنسنا، یا ہنسی مذاق کرنا یا کسی طرح کی بے ہودہ و لایعنی باتیں کرنا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے۔

● قبرستان کو بیچنے یا خریدنے کا حکم ●

عوامی قبرستان جو کہ وقف ہوتا ہے اس کو بیچنے یا خریدنے کی اجازت کسی کو نہیں ہے چاہے متولی ہو یا کمیٹی یا کوئی اور! کیوں کہ موقوفہ شئ کسی بندے کی ملکیت میں نہیں رہتی تو اس کا خریدنا و بیچنا یا خلاف وقف اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا، ہندیہ میں ہے۔

:وعندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته إلى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث كذا في الهداية وفي العيون والينبيعة إن الفتوى على قولهما: یعنی وقف کہتے ہیں عین شئ کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں اس طرح روک دینا کہ اس کا فائدہ بندوں کو پہنچتا رہے لہٰذا نہ اسے بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہوسکتی ہے (عالمگیری۔ج02،ص350)

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

وقف کے یہ معنی ہیں کہ کسی شے کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اسطرح کہ اُسکا نفع بندگانِ خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔ مسئلہ: وقف کو نہ باطل کرسکتا ہے نہ اس میں میراث جاری ہوگی نہ اسکی بیع ہوسکتی ہے نہ ہبہ ہوسکتا ہے (بہارشریعت۔۱۰)

● قبرستان میں جنازہ گاہ بنانے کا حکم ●

عوامی قبرستان جو صرف تدفین میت کے لئے وقف ہے اس کے کسی حصے کو مستقل طور پر جنازہ گاہ بنالینا جائز نہیں کیوں کہ وقف کو علی حالہ باقی رکھنا واجب ہے، علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

:الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه: یعنی وقف کو اپنی پہلی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے (شامی۔ج3،03،ص427)

نیز وقف کو کسی دوسرے مصرف میں بدلنا جائز نہیں ہے کما فی الہندیہ۔

:لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته: یعنی وقف کی اصل ہیئت کو بدل دینا جائز نہیں ہے (عالمگیری۔ج02،ص347)

البتہ اگر زمین تدفین میت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دیگر مذہبی امور کی ادائے

گی کے لئے بھی وقف ہو تو ایسی صورت میں اس حصۂ زمین کو جہاں ابھی قبریں نہیں بنی ہیں نماز جنازہ وغیرہ کے لئے استعمال کرنے میں حرج نہیں کہ ایسی صورت میں تغیر وقف لازم نہیں آتا، اسی طرح اگر ایسی مجبوری درپیش ہو کہ جنازہ پڑھنے کے لئے کوئی اور جگہ دستیاب نہیں اور قبرستان میں جگہ خالی ہے جس میں ابھی تک کسی میت کو دفن نہیں کیا گیا ہے تو ضرورتاً اس جگہ کو جنازہ گاہ کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں، جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

:الضرورات تبيح المحظورات: یعنی ضرورت کے وقت ممنوع کام بھی مباح ہوجاتا ہے (الاشباہ والنظائر۔ص73)

● دوسرے گاؤں کے قبرستان میں میت کو دفن کرنے کا حکم ●

قبرستان اگر عام مسلمانوں کے لئے وقف ہے تو ہر مسلمان کو اس بات کا شرعی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی میت کو جس قبرستان میں چاہے دفن کرے جبکہ مرنے والا سنی صحیح العقیدہ ہو، خواہ وہ اسی جگہ کا رہنے والا ہو یا دوسری جگہ کا، اس کو تدفین سے منع کرنے کی شرعاً اجازت کسی کو نہیں ہے جیسا کہ سرکار سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

مقبرہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے، ہر مسلمان کو اس میں دفن کا حق پہنچتا ہے، مقبرہ کا متولی کوئی چیز نہیں، نہ اس کی اجازت کی حاجت نہ ممانعت کی پرواہ ہے۔ عالمگیری میں ہے: **لا فرق في الانتفاع في مثل هذه الاشياء بين الغني والفقير حتى جاز للكل النزول في الخان والرباط والشرب من السقاية والدفن في المقبرة كذا في التبيين**: ان اشیاء سے انتفاع حاصل کرنے غنی وفقیر کے درمیان کوئی فرق نہیں یہاں تک کہ ہر شخص کو سرائے اور خانقاہ میں نزول کا حق ہے اسی طرح ہر شخص وقف سبیل سے پانی پی سکتا ہے اور قبرستان میں مردہ دفن کرسکتا ہے یونہی تبیین میں ہے۔

اور قبرستان کے حکم میں عمومیت کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بلکہ مقبرہ کا عموم مسجد کے عموم سے بھی بہت زیادہ ہے۔ بہت لوگ ہیں جنہیں مسجد سے روکنے کا حکم ہے مثلاً جذامی اور ابرص جس کا برص شائع ہو یا جس کے منہ یا بدن یا

لباس میں بدبو ہو یا جس کے آنے سے فتنہ اٹھے جیسے غیر مقلد وہابی یا رافضی وغیرہم
(فتاویٰ رضویہ۔ج16،ص531)

لیکن مستحب یہ ہے آدمی کا جہاں انتقال ہوا اسی علاقہ کے قبرستان میں دفن کر دے، بہت زیادہ دور و دراز مقامات میں میت کو دفن کرنے سے گریز کرے جبکہ اور کوئی حرج مانع نہ ہو، حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگرچہ یہ وہاں رہتا نہ ہو، بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں اور دو ایک میل باہر لے جانے میں حرج نہیں کہ شہر کے قبرستان اکثر اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں اور اگر دوسرے شہر کو اس کی لاش اٹھالے جائیں تو اکثر علما نے منع فرمایا اور یہی صحیح ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ دفن سے پیشتر لے جانا چاہیں اور دفن کے بعد تو مطلقاً نقل کرنا ممنوع ہے، سوا بعض صورتوں کے (بہار شریعت۔حصہ۔۴)

● مسلمانوں کے قبرستان میں کافروں و مرتدوں کو دفن کرنے کا حکم ●

جنازہ، کفن دفن وغیرہ امور صرف اہل ایمان کے لئے مشروع ہیں کہ مومن قابل تعظیم ہے حیات میں بھی اور بعد موت بھی لیکن مشرکین اور کفار و مرتدین اسی طرح وہ بدمذاہب جن کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچ چکی ہو جیسے دیابنہ، وہابیہ، غیر مقلدین، فرقۂ ضلع کلیہ، روافض زمانہ اور ان کی تمام ہمنوا جماعتیں کہ یہ سب شرعاً واجب الاہانت ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی مرجائے تو نہ اس کی تعزیت کی جائے گی نہ جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کرنا جائز ہوگا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

:وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖۤ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ: اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے (التوبہ۔84)

اور حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

:لا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم ولا تنا کحوھم ولا تجالسو ھم و ان مرضوا فلا تعودوھم: یعنی بدمذہب مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان پر نماز جنازہ پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو ان کے ساتھ مجالست نہ کرو اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو عیادت کو نہ جاؤ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ۔ص230)

نیز مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ بخاری میں ہے۔

:فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ: یعنی رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ کر زمین ہموار کر دی گئی تھی (بخاری۔ج01،ص61)

اور علامہ ابن نجیم حنفی مرتد کی تدفین کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

:ولا یدفن فی مقابر اھل ملۃ: یعنی جب کوئی مرتد مرجائے تو اسے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں (الاشباہ والنظائر۔ص324)

سرکار اعلیٰ حضرت مجدد ملت قدس سرہٗ کفاروں اور مرتدوں کا حکم تدفین بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ کافر اگر توبہ نہ کریں از سر نو اسلام نہ لائیں، تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، انھیں غسل دینا حرام، ان پر جنازہ پڑھنا حرام، ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا حرام، جنازے کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کے اقارب اگر حکم شریعت مانیں تو ان کی موت پر ان کی لاشیں دفع عفونت کے لئے بھنگی چماروں سے ٹھیلے پر ڈلوا کر مسلمانوں اور کافروں سب کی مقابر سے جدا کسی گڑھے میں کتے کی طرح پھینکوا کر اوپر سے پاٹ دیں، **:وذٰلک جزاء الظلمین**: اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ۔ج14،ص636)

● قبرستان کے درختوں کا حکم ●

قبرستان کی زمین جس نے وقف کی اس حال میں کہ وہاں درخت بھی موجود تھے تو ان درختوں کا مالک واقف زمین ہوگا اور اگر وقف کرنے کے بعد کسی نے قبرستان میں درخت لگائے تو وہ لگانے والے کے ہیں اور اگر وقفی قبرستان میں خود بخود درخت اُگ آئے ہیں تو وہ قبرستان کے تابع ہیں کسی کی ملکیت نہیں ایسی صورت میں قاضی اسلام وہ نہ ہو تو قبرستان کمیٹی کے ارکان کو اختیار ہوگا کہ ان درختوں کو کاٹ کر یا بیچ کر قیمت کی رقم کو قبرستان کے مصالح میں استعمال کریں جیسا کہ اس تعلق سے فتاویٰ عالمگیری میں یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔

:مقبرة عليها أشجار عظيمة فهذا على وجهين: إما إن كانت الأشجار نابتة قبل اتخاذ الأرض مقبرة أو نبتت بعد اتخاذ الأرض مقبرة. ففي الوجه الأول المسألة على قسمين: إما إن كانت الأرض مملوكة لها مالك، أو كانت مواتا لا مالك لها واتخذها أهل القرية مقبرة، ففي القسم الأول الأشجار بأصلها على ملك رب الأرض يصنع بالأشجار وأصلها ما شاء وفي القسم الثاني الأشجار بأصلها على حالها القديم، وفي الوجه الثاني المسألة على قسمين: إما إن علم لها غارس أو لم يعلم ففي القسم الأول كانت للغارس، وفي القسم الثاني الحكم في ذلك إلى القاضي إن رأى بيعها وصرف ثمنها إلى عمارة المقبرة فله ذلك، كذا في الواقعات الحسامية: یعنی قبرستان میں اگر بڑے بڑے درخت لگے ہوئے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں، **پہلی صورت** یہ ہے کہ وہ درخت زمین کو قبرستان کے لیے وقف کرنے سے پہلے کے اُگے ہوئے ہیں، اور **دوسری صورت** یہ ہے کہ اس جگہ کو قبرستان بنانے کے بعد وہ درخت اُگ آئے ہیں۔ **پھر پہلی صورت کی دو قسمیں ہیں: قسمِ اول** یہ کہ اس زمین کا کوئی مالک تھا، اور **قسمِ دوم** یہ کہ وہ زمین غیر آباد تھی اس کا کوئی مالک نہیں تھا جسے گاؤں والوں نے قبرستان بنا دیا، پس **قسم اول** کے قبیل سے ہو تو درخت جڑوں سمیت اس زمین کے مالک کے ہوں گے وہ ان درختوں کا جو چاہے

کرے۔ اور **قسم دوم** کے قبیل سے ہو تو درخت اپنی جڑوں سمیت قدیم حال پر رہیں گے اور **صورتِ ثانی** میں بھی مسئلہ کی دو قسم ہیں، اول یہ کہ ان درختوں کا لگانے والا معلوم ہو اور دوم یہ کہ لگانے والا معلوم نہ ہو۔ تو اگر **قسم اول** کے قبیل سے ہے تو درخت لگانے والے کی مِلکیت ہوں گے اور **قسم دوم** کے قبیل سے ہو تو اس کا حکم قاضی کے اختیار میں ہے، اگر قاضی چاہے تو درختوں کو فروخت کر کے اُن کی قیمت قبرستان کی عمارت و مصالح پر صرف کرنے کا حکم دے سکتا ہے ایسا ہی واقعات حسامیہ میں ہے (فتاویٰ عالمگیری۔ ج02، ص435)

● قبرستان کے درختوں کو کاٹنے کا حکم ●

قبرستان میں جس نے درخت لگائے اس کو کاٹنے کی اجازت ہے کیوں کہ درخت اس کی ملکیت ہے تو اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے ان کی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنوایا اس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے (فتاویٰ رضویہ۔ ج09، ص412)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں اگر لگانے والا تصریحاً یہ کہہ بھی دے کہ میں نے ان کو قبرستان پر وقف کیا جب بھی وقف نہ ہوں گے اور لگانے والے ہی کی ملک رہیں گے، اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو ان میں تصرف جائز نہیں، اور اس کو اختیار ہے کہ اس کی لکڑی کاٹے یا جو چاہے کرے بلکہ اگر ان کے سبب مقابر پر زمین تنگ کر دے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کر دے والمسئلۃ فی الھندیۃ وغیرہا (فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں یہ مسئلہ موجود ہے) وھو تعالیٰ اعلم (ایضاً۔ ج16، ص157)

لہٰذا مالکان درخت قبرستان سے اپنے درختوں کو کاٹ کر کسی بھی جائز مصرف میں استعمال کر سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض لوگ جو اس سے یہ بدفالی لیتے ہیں کہ

قبرستان کا درخت گھر میں لانے سے گھر میں نحوست و بے برکتی آئے گی تو یہ خیال محض غلط ہے اس سے احتراز چاہئے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اپنے مرحومین کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے کسی کار خیر میں صدقہ کر دے مثلاً مسجد یا مدرسہ یا کسی مسلمان فقیر یا مسکین کو دیدے یا پھر بیچ کر قیمت کو صدقہ کر دے۔

● قبرستان کے درخت، لکڑی یا اس کی قیمت مسجد یا مدرسہ میں لگانے کا حکم ●

حکم مذکور ہو چکا کہ قبرستان میں جس نے درخت لگائے ہیں وہی ان درختوں کا مالک ہے اور اس کو اختیار ہے کہ ان درختوں کو یا بیچ کر ان کی قیمت کو مسجد یا دینی مدرسہ میں دیدے اور اگر وہ قبرستان ہی کے لئے وقف ہیں تو اگر قبرستان کے کسی کام میں اس کی ضرورت ہے اس میں لگایا جائے کسی دوسری جگہ ان کا استعمال جائز نہیں، حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔

جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے لئے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف: **فروع قولهم شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به:** واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح واجب العمل ہے (فتاویٰ رضویہ۔ ج16، ص452)

اور اگر وہ درخت کسی جہت میں وقف نہیں ہیں تو قاضی اسلام وہ نہ ہو تو اس علاقے کا سب سے بڑا مفتی وہ نہ ہو تو قبرستان کمیٹی کے ارکان بااتفاق رائے ان درختوں کی لکڑیوں یا ان کی قیمت کو مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتے ہیں جبکہ وہ درخت کسی اور جہت میں وقف نہ ہو، ہندیہ میں ہے۔

سئل نجم الدين في مقبرة: فيها أشجار هل يجوز صرفها إلى عمارة المسجد؟ قال: نعم، إن لم تكن وقفًا على وجه آخر، قيل له: فإن تداعت حيطان المقبرة إلى خراب يصرف إليها أو إلى المسجد قال: إلى ما هي وقف عليه إن عرف وإن لم يكن للمسجد متولٍ ولا

للمقبرة فليس للعامة التصرف فيها بدون إذن القاضي، كذا في الظهيرية: یعنی امام نجم الدین علیہ الرحمہ سے قبرستان کے درختوں کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا ان کو مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں جبکہ وہ کسی اور کام کے لئے وقف نہ ہوں، نیز ان سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ اگر قبرستان کی چہار دیواری منہدم ہونے کے قریب ہو تو اس میں صرف کیا جائے یا مسجد میں؟ تو انھوں نے کہا کہ جس کام کے لئے وہ درخت وقف ہیں اگر معلوم ہو تو اسی کام میں لگایا جائے گا، اور اگر مسجد یا قبرستان کا کوئی متولی نہ ہو تو عام لوگوں کو قاضی کی اجازت کے بغیر کسی کام میں ان کا استعمال جائز نہیں (فتاویٰ عالمگیری۔ ج02، ص476)

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد احمد رضا القادری المصباحی غفرلہ

خادم التدریس والافتاء جامعہ اہلسنت جوہر العلوم گنجریا

تھانہ اسلامپور ضلع اتر دیناجپور بنگال

آج بتاریخ ۱۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ / 29 / نومبر 2023ء کتاب کی تالیف مکمل ہوئی الحمد للہ تعالیٰ